بسم اللہ الرحمن الرحیم

"ولتنظر نفس ماقدمت لغدِ" (الحشر۔18)

سوچیئے

کل کے لئے کیا بھیجا ہے

﴿تالیف﴾

سید محمد حسین زیدی برستی

﴿ناشر﴾

ادارہ انتشارات حقائق الاسلام

لاہوری گیٹ چنیوٹ

اس کتاب کی طباعت کے لئے کوئی کلیم نہیں ہے میں نے یہ کتابچہ تالیف کر کے اپنے والدین مرحومین سید محمود حسن زیدی ابن سید مہدی حسن زیدی اور آغا بنت سید ریاض زیدی کے ایصال ثواب کے لئے ہدیۂ تقسیم کرنے کے لئے طبع کرایا ہے لہذا قارئین سے التماس ہے کہ وہ میرے والدین مرحومین کے ایصال ثواب کے لئے ایک دفعہ سورہ فاتحہ تین مرتبہ سورۂ توحید پڑھ کر بخشیں۔ شکریہ جو صاحب اس کتابچہ کو اپنے عزیز مرحومین کے ایصال ثواب کے لئے چھپوا کر تقسیم کرنا چاہے اسے اجازت ہے وہ اس کتابچہ کے مندرجات کو تبدیل کئے بغیر چھپوا سکتا ہے اور اس کے بعد لکیر کے نیچے جنکے لیے ایصال ثواب کرنا ہے انکا نام لکھ سکتا ہے۔

نام کتاب سوچیئے کل کے لئے کیا بھیجا ہے۔ تعداد ایک ہزار
نام مولف سید محمد حسین زیدی برتی۔
ناشر ادارہ انتشارات حقائق الاسلام چنیوٹ۔ مطبع معراج دین پرنٹنگ پریس لاہور
کمپوزنگ ڈاکٹر سید انتظار مہدی زیدی
ایڈمنسٹریٹر: فاسٹ کمپیوٹر انفارمیشن ٹیکنالوجی ہوم چنیوٹ

سوچیئے کل کے لئے کیا بھیجا ہے

اعوذ باالله من الشیطان الرجیم بسم الله الرحمن الرحیم. الحمد لله رب العالمین .والصلواة والسلام علیٰ اشرف الانبیاء والمرسلین ابی القاسم محمد و آله للطیبین الطاهرین المعصومین اما بعد فقد قال الحکیم فی کتابه الکریم "یا ایها الذین آمنو اتقو الله و لتنظر نفس ما قدمت لغد واتقو الله ان الله خبیر بما تعملون" (الحشر۔18)

ترجمہ:۔ "اے ایمان والو اللہ کی نافرمانی سے ڈرو، اور ہر شخص کو غور کرنا چاہیے کہ اس نے کل (قیامت) کے واسطے کیا بھیجا ہے اور خدا کی نافرمانی سے ڈرو۔ بیشک جو کچھ تم کرتے ہو خدا اس سے باخبر ہے"

اس آیت میں خداوند تعالیٰ نے اہل ایمان کو اسکی نافرمانی نہ کرنے اور اسپر غور و فکر کرنے کی دعوت دی ہے کہ وہ اس بات کیلئے سوچے اور غور و فکر کرے کہ اس نے کل کے واسطے کیا بھیجا ہے۔ کیونکہ کل اس کے صرف وہی چیز کام آئیگی جو اس نے آج بھیج دی ہے اور کل کے دن کام آنے ولی چیزیں صرف دو ہیں نمبر 1۔ صحیح عقیدہ، نمبر 2۔ عمل صالح جیسا کہ ارشاد ہوا ہے:

"ان الذین آمنوا والذین هادوا والنصاری والصابئین من آمن باالله والیوم الآخر وعمل صالحاً فلهم اجر هم عند ربهم ولا خوف علیهم ولا هم یحزنون"۔ (البقرہ۔62)

ترجمہ:۔ بیشک مسلمانوں اور یہودیوں اور نصرانیوں اور (دوسرے) لامذہبوں میں سے جو

کوئی خدا اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہو اور اچھے اچھے کام کرتا رہے تو انہیں کے لئے ان کا اجر و ثواب انکے خدا کے پاس ہے۔ اور نہ قیامت میں ان پر کسی قسم کا خوف ہوگا، اور نہ وہ رنجیدہ دل ہونگے"

یہ آیت دراصل ایک طرح سے یہودیوں اور نصاریٰ کے اس قول کا ایک جواب ہے کہ

"وقالوا لن یدخل الجنة الا من کان هودا او نصاریٰ"۔ (البقرہ۔111)

ترجمہ:۔"یعنی یہودی تو یہ کہتے تھے کہ یہود کے سوا اور کوئی جنت میں نہ جائیگا اور نصاریٰ یہ کہتے تھے کہ نصاریٰ کے سوا کوئی بہشت میں جانے ہی نہ پائیگا"۔

سورہ البقرہ کی آیت 62 یہود و نصاریٰ کے ساتھ مسلمانوں کو شامل کر کے یہ کہتی ہے کہ چاہے کوئی مسلمان کہلاتا ہو یا یہود و نصاریٰ کہلاتا ہو یا کسی دوسرے مذہب سے وابستگی کا اظہار کرتا ہو کوئی شخص محض کسی فرقے یا مذہب کا فرد کہلانے کی بناء پر اللہ کی طرف سے اجر وثواب کا مستحق نہیں بن سکتا بلکہ جو بھی اللہ پر اور روز آخرت پر صحیح صحیح ایمان رکھتا ہو اور عمل صالح بجالاتا ہو بس انکے لئے ہے انکے رب کے پاس انکا اجر۔

اس آیت میں انبیاء و رسل اور دوسرے ہادیان دین پر ایمان کا ظاہری طور پر ذکر نہیں کیا لیکن یہ واضح طور پر کہدیا کہ اجر صرف صحت ایمان کے ساتھ عمل صالح کا ہی ملے گا، اب عمل صالح کیا ہے؟ آیا ہم اپنی مرضی سے جو عمل چاہیں کریں، اور جس طرح چاہیں کریں وہ عمل صالح ہے؟ یا جس کام کا وہ حکم دے، اور جس طرح اسے بجالانے کا وہ کہے، وہ عمل صالح ہے، تو یقیناً نظر قدرت میں عمل صالح وہی ہوگا جس کا اس نے حکم دیا ہے، اور جس طرح سے کرنے کا حکم دیا ہے، وہی عمل صالح ہوگا، لہذا عدل الٰہی کا تقاضا یہ ہوا کہ وہ اپنے احکام پہنچانے والے اور ان پر عمل کر کے دکھانے والے انبیاء و رسل اور ہادیان دین کو مبعوث کرے اس کے سوا کسی کو معلوم ہی نہیں ہو سکتا ہے کہ اسکا بندہ کیا کام بجالائے اور کس

طرح بجالائے۔ پس انبیاء و رسل اور ہادیان دین کا آنا عدل الٰہی کی فرع ہے پس اللہ اور روز آخرت پر ایمان کے ساتھ عدل الٰہی اور انبیاء و رسل اور ہادیان دین پر ایمان لانا بھی لازم ہوا۔

لیکن قرآن کریم کی سورہ المائدہ کی ایک آیت یہ بھی کہتی ہے کہ اگر کوئی شخص صحیح عقیدہ اور صحیح ایمان کے ساتھ کوئی نیک عمل بجالایا تھا مگر پھر وہ ایمان سے پھر گیا تو حالت ایمان میں کیا ہوا عمل صالح بھی ضائع، اکارت اور بیکار ہو جائیگا اور اسکا کوئی اجر نہ ملے گا، جیسا کہ ارشاد ہوا:۔ "ومن یکفر بالایمان فقد حبط عمله وهو فی الآخرة من الخاسرین"۔ (المائدہ۔5)

ترجمہ:۔ "اور جس شخص نے ایمان سے انکار کیا تو اسکا سب کیا دھرا اکارت ہو گیا اور آخرت میں وہ گھاٹے میں رہے گا"۔

تفسیر التبیان میں اس آیت کی تفسیر میں یہ لکھا ہے کہ:"اگر کوئی یہ کہے کہ "ومن یکفر بالایمان" کا مطلب کیا ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ ایمان اللہ کی توحید کا اقرار اور اسکی صفات اور عدل کا اقرار اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ کی نبوت پر ایمان اور جو کچھ پیغمبر خدا صلعم خدا کی طرف سے لیکر آئے اس کے اقرار کا نام ہے جو انکا انکار کرے یا ان چیزوں میں سے کسی بھی چیز کا انکار کر دے تو اس نے ایمان کا انکار کر دیا ہے اور اسکا وہ عمل (جو اس نے ایمان کی حالت میں انجام دیا تھا) جس پر وہ کامیابی اور نجات کی امید رکھتا تھا حبط ضائع اور اکارت ہو جائیگا۔ اور وہ آخرت میں خسارہ پانے والوں میں سے ہوگا۔

یہ آیت دلیل ہے اس بات پر کہ کوئی عمل صحیح ایمان کے بغیر قابل قبول نہیں ہے اور اگر صحت ایمان کے ساتھ کوئی عمل کیا اور پھر ایمان میں خلل آ گیا تو صحت کے ساتھ جس عمل پر اجر و ثواب کی امید کی جا سکتی تھی وہ بھی حبط۔ ضائع، اکارت اور بے کار ہو جائیگا یعنی اس پر

کوئی اجر نہ ملے گا۔ پس اجر وثواب کے حصول کے لئے ہر انسان دونوں باتوں کا جواب دہ ہے، عقیدہ کے بارے میں بھی اور اعمال کے بارے میں بھی، اور اس سے ان دونوں باتوں کے بارے میں پوچھا جائیگا۔ اعمال کے بارے میں پوچھ گچھ کے لئے اس کی یہ کل قیامت کے دن آئیگی لیکن عقیدے کے بارے میں اسکی یہ کل مرتے ہی آجاتی ہے۔

موت سے پہلے موت کی بے ہوشی یا سکرۃ الموت

خداوند تعالی سورہ ق میں فرماتا ہے:

"وجاء ت سكرة الموت بالحق ذالک ما كنت منه تحيد"۔

(سورہ ق۔19)

ترجمہ۔ "اور موت کی بے ہوشی حق کے ساتھ پہنچ جائیگی۔ یہ وہی تو ہے جس سے تو بھاگا کرتا تھا"۔

یہ منزل بہت دشوار ہے، ہر طرف سے مصائب وشدائد کا سامنا ہے۔ ایک طرف مرض اور درد کی شدت ہے، زبان بند ہو چکی ہے، اہل وعیال کی چیخ وپکار ہے، ان کی جدائی کا غم ہے، بچوں کی بے کسی اور یتیمی کا رنج وغم ہے اپنی دولت مکان اور جاگیروں سے جدائی کا غم ہے، دوسری طرف اس دنیا سے دوسری جگہ منتقل ہونے کا خوف اس کی آنکھیں بند ہو جانے کے باوجود ایسی ایسی چیزیں دیکھتی ہیں جو اس نے اس سے پہلے کبھی نہ دیکھی تھیں۔ بے ہوشی کا عالم ہے۔ آنکھیں جواب دے چکی ہیں اس حالت میں خدا فرماتا ہے:

فكشفنا عنک غطائک فبصرک اليوم حديد۔ (سورہ ق۔22)

ترجمہ۔ آج ہم نے تیری آنکھوں کے سامنے سے پردہ ہٹا دیا ہے اس لئے آج تیری نظر بہت تیز ہو گئی ہے۔

لہذا ایک طرف وہ اپنے مرے ہوئے عزیز واقارب کو دیکھتا ہے دوسری طرف اپنے نبی

اور آئمہ طاہرین کو دیکھتا ہے یقیناً مومن اپنے نبی اور آئمہ کو بلند مقام پر دیکھ کر خوش ہوگا کہ خوشا نصیب میرے کہ میں ان کو سچا سمجھ کر ان پر ایمان لے آیا اور منافق ان کو دیکھ کر حتماً کبیدہ خاطر ہوگا کہ تو کتنا بدبخت ہے کہ تو نے ان کو سچا نہ سمجھا اور صدق دل سے ان پر ایمان نہ لایا بہر حال اسکے علاوہ ایک طرف ملائکہ رحمت اور ملائکہ غضب کو دیکھتا ہے دوسری طرف شیطان اپنے اعوان وانصار کے ساتھ محتضر کو شک میں ڈالنے کے لئے اور اسکے ایمان کو ڈگمگانے کے لئے پہنچا ہوا ہے۔ حضرت امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں۔

"فاجتمعت عليه سكرات الموت فغير موصوف ما نزل به"

ترجمہ۔ "پس اس پر سکرات موت جمع ہو جائیگی اور اسکی جو حالت ہوگی اسے بیان نہیں کیا جا سکتا"۔

موت کے بعد قبر کی منزل آتی ہے اور اس منزل میں اس کے عقیدے کے بارے میں پوچھا جاتا ہے۔

عقیدے کے بارے میں سوال

کیونکہ اعمال کی قبولیت کا دارومدار صحت ایمان پر ہے لہذا اعتقاد کے بارے میں مرتے ہی پوچھا جاتا ہے۔ اور یہ کل ہر مرنے والے کے لئے قبر میں لٹاتے ہی آجاتی ہے۔ یعنی قبر میں لٹانے کے بعد اس سے جس چیز کا سوال ہوگا، وہ اس کے عقیدے کے بارے میں ہوگا۔ خدا کے بھیجے ہوئے دو مکرم فرشتے اس کے اس عقیدے کے بارے سوال کرینگے جو اس نے اپنی زندگی میں اختیار کیا تھا مرنے کے بعد کوئی شخص اپنے عقیدہ کی اصلاح نہ کر سکے گا۔ اسکے عزیز واقارب اور اسکے دوست واحباب میں سے بھی کوئی اس کے مرنے کے بعد اس کے عقیدہ کو درست نہ کر سکیں گے یہ بہت اہم معاملہ ہے پس ہر انسان کے لئے لازم ہے کہ وہ اپنے عقیدہ کو صحیح بنانے کی طرف توجہ دے۔ اور یہ یاد رکھے کہ ہر مذہب اور ہر فرقے کے

لوگ اپنے عقیدہ کو درست ہی سمجھتے ہیں۔ لہذا اصلاح کی طرف مائل نہیں ہوتے۔ پس ہر انسان کو چاہیے کہ اپنا عقیدہ اپنی زندگی میں درست کرے۔ کیونکہ قبر میں لٹانے کے بعد جو تلقین مردے کو سنائی جاتی ہے اسکا مطلب یہ نہیں ہے کہ زندگی میں تو چاہے وہ ان عقائد سے آشنائی نہ رکھتا تھا لیکن اب جو قبر میں لٹا کر اسے تلقین کے طور پر عقائد بیان کر دیئے گئے ہیں اور اسے سنا دیئے گئے ہیں تو وہ اسے اب یاد ہو گئے ہیں اور وہ یہ عقائد بیان کر کے فرشتوں کے صحیح جواب دینے میں کامیاب ہو جائیگا۔ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ اگر کوئی ایسا سمجھتا ہے، تو یہ اسکی ایک بھول ہے، یہ ایک فریب، یہ ایک دھوکہ ہے۔ کیونکہ اگر زندگی میں اسکے یہ عقائد نہیں تھے تو اسے تلقین کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ اس تلقین میں پڑھایا نہیں جاتا، بلکہ اس سے پوچھا جاتا ہے کہ: "هل انت علی العهد الذی فارقتنا علیه من شهادة ان لا اله الا الله وحده لا شریک له"۔ الخ

یعنی کیا تو اسی عہد و اقرار پر ہے جو تو نے اپنی زندگی میں اختیار کیا تھا۔ اور جس کی تو نے ہم سے جدا ہوتے وقت گواہی دی تھی کہ خدا وحدہ لاشریک ہے اور اسی طرح دوسرے عقائد کا تو نے ہمارے سامنے اقرار کیا تھا۔ لہذا اگر تیرا وہی عقیدہ ہے۔ جو تیرا ہم سے جدا ہوتے وقت تھا اور جسے تو نے ہم سے بیان کیا تھا۔ تو جس وقت خدا کے بھیجے ہوئے مکرم فرشتے تیرے پاس آئیں تو ان سے ڈرنے کی اور گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے تو ان سے اپنے ان ہی عقائد کو بیان کر دیجیو جو تو نے اپنی زندگی میں اختیار کئے تھے اور جو تو نے ہم سے جدا ہوتے ہوئے وقت بیان کئے تھے۔

میں اپنے قارئین کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ اس تلقین کو غور سے پڑھیں اور دیکھیں کہ یہ "هل انت علی العهد الذی فارقتنا علیه" سے شروع ہوتی ہے۔ جس میں مردے سے پوچھا جاتا ہے، اور "فاذا اتاک الملکان المقربان" میں

(ف) جواب کے لئے ہے، کہ پھر ان فرشتوں سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے تو اپنا یہی عقیدہ بیان کر دیجیو۔ اگر زندگی میں اسکا یہ عقیدہ نہیں تھا تو مرنے کے بعد وہ اس وقت تلقین سن کر بیان نہیں کر سکتا۔

قبر میں کون آتا ہے

جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہے وہ تلقین جو مردے کو سنائی جاتی ہے اس میں واضح طور پر کہا گیا ہے کہ "جب اللہ کے بھیجے ہوئے دو مقرب فرشتے تیرے پاس آئیں"۔ تو اس تلقین سے خدا کے دو مقرب فرشتوں کا عقائد کے بارے میں پوچھنے کے لئے آنا ثابت ہے۔ اسکے علاوہ علامہ مجلسی نے محاسن میں امام جعفر صادق علیہ السلام اور امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کیا ہے کہ جب مومن مرتا ہے تو اس کے ہمراہ چھ صورتیں اس کی قبر میں داخل ہوتی ہیں جن میں سے ایک دوسری کی نسبت زیادہ نورانی، پاکیزہ اور معطر ہوتی ہے۔ ان میں سے ایک دائیں طرف دوسری بائیں طرف تیسری سامنے چوتھی سر کی طرف اور پانچویں پاؤں کی طرف کھڑی ہو جاتی ہیں اور جو سب سے زیادہ نورانی ہوتی ہے، وہ سر پر سایہ فگن ہوتی ہے۔ جس طرف سے عذاب آتا ہے تو اس طرف کھڑی صورت اس کے اور میت کے درمیان حائل ہو کر روکتی ہے۔ نورانی صورت تمام سے مخاطب ہو کر کہتی ہے۔ خدا تمہیں جزائے خیر دے تم کون ہو؟ دائیں طرف والی کہتی ہے۔ میں اسکی نماز ہوں۔ بائیں طرف والی کہتی ہے میں اسی زکواۃ ہوں۔ چہرہ کے مقابل والی صورت کہتی ہے میں اسکا روزہ ہوں، سر کے طرف والی کہتی ہے میں اسکا حج و عمرہ ہوں۔ اور جو صورت اسکے پاؤں کی طرف ہوتی ہے وہ کہتی ہے کہ میں اس کا احسان ہوں جو کہ یہ مومن بھائیوں سے کرتا تھا۔ پھر یہ تمام صورتیں پوچھتی ہیں کہ تم کون ہو؟ جو ہم سب سے زیادہ نورانی اور خوبصورت ہے وہ جواب دیتی ہے میں ولاء آل محمد صلواۃ اللہ علیہم اجمعین ہوں۔

اور شیخ بہاؤالدین عاملی ارشاد فرماتے ہیں کہ: "نحن قائلون بتجسد الاعمال وتصورها بالصورة المناسبة بحسب الاحوال"۔
یعنی ہم اعمال کے مجسم ہونے کے قائل ہیں یعنی اعمال حالات کی مناسبت کو ملحوظ رکھتے ہوئے مثالی صورتیں اختیار کرتے ہیں۔

اب تک کے بیان سے قبر میں خدا کے دو مقرب فرشتوں کا آنا اور اعمال کا مجسم ہو کر آنا تو ثابت ہے۔ مگر ایک گروہ نے حضرت علی علیہ السلام کے ذمہ بھی یہ کام لگا دیا ہے کہ وہ قبر میں ہر مرنے والے کے سرہانے کرسی بچھا کر بیٹھ جائیں اور اگر وہ کوئی بھی عقیدہ صحیح طور پر نہ بتا سکے تو حضرت علیؑ اسکی جگہ جواب دیتے رہیں۔

شیعیان امامیہ اثنا عشری کی کسی بھی کتاب میں یہ بات لکھی ہوئی نہیں ہے۔ معلوم نہیں حضرت علیؑ کی یہ ڈیوٹی کس نے لگائی ہے۔ حضرت علیؑ تو پیغمبر گرامی اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ کے بعد انکے نائب و جانشین اور اپنے وقت کے امام تھے۔ اور انکا کام لوگوں کو پیغمبر کے بعد ان باتوں کی ہدایت کرنا تھا۔ جو خود پیغمبر زندہ ہونے کی صورت میں انجام دیتے، اور ہمارا کام یہ ہے کہ ہم پیغمبر اکرم صلعم کے بعد آنے والے آئمہ پر ایمان لا کر انکی اطاعت و پیروی کریں تا کہ اس کے نتیجہ میں ہدایت پا کر نجات پائیں۔ قبر میں حضرت علیؑ کی کرسی بچھا کر انہیں بٹھانے والے سید حمیری کا وہ شعر سناتے ہیں جسے حضرت علیؑ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے کہ آپ نے فرمایا:

یا حار همدان من یمت یرنی
مومن کان او منافق قبلا

یعنی اے حارث ھمدانی جو بھی مرتا ہے وہ مجھے دیکھتا ہے چاہے وہ مومن ہو یا منافق۔ اس میں قبر میں کرسی بچھا کر بیٹھنے کا بیان نہیں ہے بلکہ "یرنی" ہے یعنی دیکھے گا اور وہ ہم

"سکرات موت" یعنی حالت احتضار میں جب کہ اُس پر موت کی بے ہوشی طاری ہوتی ہے کے عنوان سے بیان کر چکے۔ لیکن خدا کے قول کے مطابق: فکشفنا عنک غطائک آنکھوں کے سامنے سے پردے ہٹ جاتے ہیں عالم برزخ کا منظر سامنے ہوتا ہے تو وہ اس حال میں پیغمبر اکرم صلعم کو بھی دیکھتا ہے اور آئمہ اطہار کو بھی دیکھتا ہے مومن خوش ہوتا ہے کہ وہ ان پر ایمان لایا تھا جس سے اس کے لئے موت آسان ہو جاتی ہے اور منافق رنجیدہ خاطر ہوتا ہے کہ وہ ان پر ایمان کیوں نہ لایا جس سے اس پر موت کی سختی میں اضافہ ہو جاتا ہے یہ بات ذہن میں رہے کہ روایت میں تمام آئمہ کا دیکھنا آیا ہے اکیلے حضرت علیؑ کا دیکھنا نہیں ہے کیونکہ ایک بھی امام پر ایمان نہ لانا ایسا ہی ہے جیسا کہ خدا کے رسولوں میں سے کسی ایک پر ایمان نہ لائے پس آج جس طرح پیغمبر اکرم کو مانے بغیر حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کا ماننا کام نہیں دے سکتا اسی طرح باقی کے گیارہ اماموں کو مانے بغیر صرف اکیلے حضرت علیؑ کا ماننا کام نہیں آ سکتا۔

ایک اور بات جو مرنے والے کے بارے میں بیان کی جاتی ہے اور مجالس میں اس بیان کے ذریعہ خوب داد وصول کی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ مومن مرتا نہیں ہے۔ مریں تو وہ جن کے وارث نہ ہوں۔ یہ بات میں نے جہاں بے سواد ذاکرین سے سنی ہے وہاں بعض ذمہ دار علماء سے بھی سنی ہے معلوم نہیں انہوں نے "کل نفس ذائقة الموت" کو کیوں بھلا دیا ہے۔ بلکہ خود پیغمبر اکرم صلعم کے بارے میں اس ارشاد خداوندی کو کیوں فراموش کر دیا ہے کہ "انک میت و انهم میتون" یعنی اے میرے حبیب یقیناً ایک دن تم نے بھی ضرور مرنا ہے اور دوسرے بھی مر جائیں گے۔ اسی لئے تو کسی نے کہا ہے کہ:

"جب احمد مرسل نہ رہے کون رہے گا"

مگر معلوم نہیں یہ کس بنیاد پر کہتے ہیں کہ مومن مرتا نہیں ہے اور لطف کی بات یہ ہے کہ وہ

دلیل میں تلقین کے الفاظ ''اسمع افھم'' (سن اور سمجھ) کو پیش کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ اگر وہ زندہ نہ ہو تو سنے گا کیسے اور سمجھے گا کیسے، مگر شائد انہیں معلوم نہیں ہے کہ قیامت کے دن کفار بارگاہ خداوندی میں یہ عرض کرینگے کہ:

''قالو اربنا امتنا اثنتین واحییتنا اثنتین فاعترفنا بذنوبنا فھل الی خروج من سبیل'' (المومن۔11)

ترجمہ:۔ کافر لوگ یہ کہینگے کہ اے ہمارے پروردگار تو نے ہمیں دو دفعہ مارا اور دو دفعہ زندہ کیا تو ہم اب اپنے گناہوں کا اقرار کرتے ہیں، تو کیا یہاں سے بچ کر نکلنے کی بھی کوئی سبیل ہے

اس آیت کی تفسیر میں عمدۃ البیان میں اس طرح لکھا ہے۔

''اے پروردگار ہمارے مارا تو نے ہمکو دو مرتبہ ایک مرتبہ تو جبکہ دنیا میں ہمکو تو نے موت دی اور دوسری مرتبہ قبر میں واسطے سوال و جواب نکیرین کے زندہ کر کے موت دی۔ اور زندہ کیا تو نے ہم کو دو مرتبہ اول تو قبر میں اور دوسری مرتبہ قیامت کے روز''۔

(تفسیر عمدۃ البیان جلد نمبر 3 صفحہ نمبر 175)

پس اس سے ثابت ہوا کہ قبر میں مردے کو زندہ کر کے اس سے سوال ہوتا ہے۔ مردہ سے سوال نہیں کیا جاتا۔ اس میں وارث اور بے وارث کی کوئی بات نہیں ہے، اور یہ بھی ثابت ہو گیا کہ قبر میں عقیدے کے بارے میں پوچھا جائیگا لہذا اس مقام پر ہم مختصر طور پر عقائد کا بیان کرتے ہیں۔

توحید کا بیان اور اسکی اقسام

متکلمین اسلام نے تمام موجودات کو دو قسموں میں بیان کیا ہے۔

نمبر 1۔ واجب الوجود اور وہ باری تعالی کی ذات ہے

نمبر 2۔ ممکن الوجود۔ اور وہ تمام کائنات ہے جو باری تعالی کی مخلوق ہے اور حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب کے ارشاد کے مطابق دین کی سب سے پہلی بنیاد اور اصل خداوند تعالی کی معرفت ہے اور اللہ تعالی کی کمال معرفت اسکی توحید ہے اور تمام متکلمین اسلام اور علمائے شیعہ نے توحید کی چار قسمیں بیان کی ہیں۔

نمبر 1۔ توحید ذات، نمبر 2۔ توحید صفات، نمبر 3۔ توحید افعال، نمبر 4۔ توحید عبادت

یعنی انسان کو چاہیے کہ خدا کو اسکی ذات میں اسکی صفات میں اسکے افعال میں اور اسکی عبادت واحد و یکتا و یگانہ مانے۔

توحید صفات کی اقسام

علمائے شیعہ نے صفات خداوندی کو دو اقسام میں بیان کیا ہے

نمبر 1۔ صفات ثبوتیہ: یعنی وہ صفات جو خداوند تعالی میں ثابت ہیں اور اسکی عین ذات ہیں

نمبر 2۔ صفات سلبیہ: یعنی وہ صفات جو کسی حالت وغیرہ کو ذات باری تعالی سے سلب کرنے (یعنی اسکی ذات میں نہ پائے جانے کا اظہار کرنے) کی بنا پر اسکی صفت قرار پاتی ہیں پہلے ہم صفات ثبوتیہ کا بیان کرتے ہیں۔

صفات ثبوتیہ کا بیان

بزرگ علمائے شیعہ نے وہ صفات جو خدا میں ثابت ہیں وہ آٹھ بیان کی ہیں

پہلی صفت قدیم ہے کیونکہ خدا واجب الوجود ہے لہذا قدیم ہے یہ صفت سوائے خدا کے اور کسی میں نہیں پائی جاتی۔ لیکن ہمارے منبروں پر آئمہ اہل بیت کو قدیم کہہ کر خوب داد وصول کی جاتی ہے۔

دوسری صفت قادر و مختار ہے فاضل مقداد نے باب حادی عشر کی شرح کرتے ہوئے اس صفت کی یوں شرح کی ہے کہ فاعل قادر مختار وہ ہے جس کو ایک ہی فعل کے کرنے یا نہ کرنے

پر مع قصد و ارادہ قدرت و اختیار ہو اسکے مقابلہ میں فاعل موجب یا فاعل مجبور ہے جو ایسا نہ ہو یعنی ایک ہی فعل کے کرنے یا نہ کرنے پر قدرت و اختیار نہ ہو اور نہ ہی اسکے قصد و ارادہ کا کوئی دخل ہو مثلاً آگ اپنے جلانے میں فاعل موجب یا فاعل مجبور ہے قادر و مختار نہیں ہے ۔لیکن ہمارے منبروں پر شیخ احمد احسائی کے فلسفہ کے مطابق جس طرح آئمہ اہل بیت کی پیدائش کا حال بیان کیا جاتا ہے اس طرح خدا قادر و مختار نہیں رہتا بلکہ فاعل موجب و مجبور قرار پاتا ہے۔جس میں سے انکا نور اس طرح سے نکلا جس طرح سورج میں سے شعاعیں نکلتی ہیں یا آگ سے حرارت نکلتی ہے دوسرے خدا کی یہ قدرت تمام ممکنات کے لئے ہے یعنی ہم خدا کی عموم قدرت کے قائل ہیں لیکن فلاسفہ یونان اور شیخ احمد احسائی خدا میں سے صرف ایک ہی چیز کے صادر ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں اسکے بعد اس ایک چیز نے سب کچھ کیا اور وہ اسکے نزدیک آئمہ اہل بیت ہیں اور یہ بات ہمارے منبروں پر فضائل کے عنوان سے بیان کر رہے ہیں اور جو شیعہ خدا کی عموم قدرت کے قائل ہیں انہیں وہ منکر فضائل آئمہ کہتے ہیں
۔

تیسری صفت عالم ہے اور علم اسکی عین ذات ہے ارشاد خداوندی ہے وخلق کل شئی وھو بکل شئی علیم ۔(الانعام۔101) اسی نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے اور وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے بہر حال خدا کا علم اسکا عین ذات ہے اور دوسروں کا علم اسکی طرف سے بذریعہ وحی عطا کردہ ہے یا کسی استاد کے سامنے زانوئے تلمذ طے کر کے پڑھا ہوا ہوتا ہے لیکن ہمارے منبروں پر اب آئمہ اہل بیت کے علم کو ان کا عین ذات بیان کیا جا رہا ہے اور انہیں خدا منوانے میں جہد بلیغ کی جا رہی ہے۔

چوتھی صفت مدرک ہے یعنی جن چیزوں کو ہم دماغ سے، آنکھوں سے کانوں سے معلوم کرتے ہیں خدا کو ان سب چیزوں کی خبر ہے۔لیکن اسکو ان چیزوں کو جاننے کے لئے دماغ

، آنکھوں اور کانوں کی ضرورت نہیں ہوتی۔ارشاد خداوندی ہے:

"لا تدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار وھو اللطیف الخبیر"

آنکھیں اسکا ادراک نہیں کر سکتیں اور وہ آنکھوں کا ادراک کرتا ہے اور وہ لطیف و خبیر ہے اور مدرک ہونا اسکی عین ذات ہے۔

پانچویں صفت حی ہے۔ یعنی خدا کی ذات ہمیشہ سے زندہ اور قائم ہے۔اسکو کبھی موت و فنا نہیں اور خدا کا حی ہونا اسکی عین ذات ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے "اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم" یعنی اللہ جس کے سوا کوئی خدا نہیں ہے۔زندہ ہے اور قیوم ہے یہ پانچوں کی پانچوں صفات خدا کی عین ذات ہیں اور اسکی ذات سے جدا، زائد بر ذات یا اضافہ نہیں ہیں یعنی وہ ایک ایسا وجود ہے جو سراسر علم، سراسر قدرت ہے۔سراسر ادراک ہے اور سراسر حی القیوم ہے۔اور اسکی باقی تین صفات ثبوتیہ یعنی اسکا صادق ہونا، مرید یعنی ارادہ کا مالک ہونا اور متکلم ہونا ایسی صفات ہیں جنکی بازگشت اسی ایک صفت حقیقی کی طرف ہے اور وہ اسکا حی القیوم ہونا ہے۔گویا یہ اسکی صفات فعلیہ ہیں جو اسکی ربوبیت سے تعلق رکھتی ہیں اس طرح خداوند تعالیٰ کا رب ہونا بھی اس صفت کے ماتحت ہونے کی وجہ سے اسکی عین ذات ہے صفات ثبوتیہ کے مختصر بیان کے بعد اب ہم اسکی صفات سلبیہ کا بیان کرتے ہیں۔

صفات سلبیہ کا بیان

صفات سلبیہ وہ صفات ہیں جو اس میں نہ پائے جانے کی وجہ سے اسکی صفات قرار پاتی ہیں اور انکی خدا کی ذات سے نفی کرنا لازم ہے اور وہ اس طرح ہیں۔

نمبر1۔اسکا شریک نہیں، اور چونکہ شرک توحید کی ضد ہے لہذا جتنی اقسام توحید ہیں اتنی ہی اقسام شرک ہیں یعنی اسکی ذات میں شریک اسکی صفات میں شریک اسکے افعال میں

شریک اور اسکی عبادت میں شریک مگر آج مجالس عزا میں ہمارے منبروں پر اسکی ذات میں بھی آئمہ اہل بیت کو شریک بنایا جا رہا ہے اسکی صفات میں بھی اسکے افعال میں بھی اور اسکی عبادت میں بھی۔

ان مشاغل پر بھی ہیں ایسی صفات
لوٹتی پھرتی ہے قدموں پر نجات

نمبر 2۔ وہ مرکب نہیں ہے۔ اگر وہ مرکب ہو تو اپنے جزء کا محتاج ہوگا۔

نمبر 3۔ وہ جسم نہیں رکھتا۔ لہذا لامکان اور لازمان ہے۔ ہر جگہ موجود ہے پر وہ نظر آتا نہیں۔

نمبر 4۔ وہ کسی جسم میں حلول نہیں کرتا۔ کیونکہ اسکی ذات لامحدود ہے اور ہر جسم محدود لہذا وہ کسی جسم میں حلول نہیں کر سکتا۔

نمبر 5۔ اتحاد۔ یعنی وہ کسی کے ساتھ متحد نہیں ہوتا۔ نہ اتحاد کے ذریعہ نہ وحدت الوجود کے ذریعہ۔

نمبر 6۔ اسکے لئے رویت بصریہ نہیں۔ یعنی وہ دنیا و آخرت میں کسی بھی جگہ آنکھوں سے دکھائی نہیں دے سکتا۔

نمبر 7۔ محتاج نہیں۔ نہ ہی اپنی ذات میں اجزا کا نہ اپنے افعال میں کسی کا محتاج نہیں ہے۔

ان سب صفات کی اس کی ذات سے اس لئے نفی لازم ہے کیونکہ لوگوں نے اس کے شریک بنا لئے ہیں اسکے حلول کے بھی قائل ہو گئے ہیں اسکا جسم بھی مان لیا ہے اسے ایک مادہ بھی قرار دیدیا ہے وغیرہ وغیرہ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ہماری کتاب العقائد الحقہ اور دوسری کتابیں جو مذہب شیخیہ کی رد میں لکھی گئی ہیں۔

توحید افعالی کا بیان

توحید افعالی یہ ہے کہ غیر خدا کو خداوند تعالی کے افعال میں شریک نہ مانے اور اسکے کاموں کی کسی دوسرے کی طرف نسبت نہ دے کیونکہ قرآن کریم میں اور احادیث معصومین علیہم السلام میں خداوند تعالیٰ کے افعال کو دوسرے کی طرف نسبت دینے والے کو مشرک کہا گیا۔ آیت اللہ شیخ محمد حسین آل کاشف الغطا اپنی کتاب اصول واصول شیعہ میں لکھتے ہیں کہ ربوبیت میں کسی کو اسکا شریک نہ قرار دیے اس کا یقین رکھے کہ خلق ورزق۔ موت وحیات اور ایجاد و اعدام اسکی ذات سے متعلق ہے بلکہ اس عالم نیست و بود میں صرف اسی کی قدرت کاملہ کا عمل دخل ہے اور اگر رزق و خلق و موت وحیات کو کوئی شخص خدا کے علاوہ اور سے منسوب کرے تو کافر و مشرک اور دائرے اسلام سے خارج سمجھا جائیگا۔

(اصل واصول شیعہ۔ صفحہ نمبر 138)

آقائے کاشف الغطاء کے اس بیان سے ثابت ہے کہ خلق کرنا، رزق دینا، مارنا اور جلانا اور تمام کائنات کا نظام چلانا اسکی ربوبیت سے متعلق ہے۔ لیکن ہمارے منبروں پر نہ صرف خلق ورزق اور مارنے جلانے اور نظام کائنات چلانے کی نسبت آئمہ اہل بیت کی طرف دی جارہی ہے بلکہ برملا انہیں "رب" کہا جا رہا ہے۔

میں نے خود ایک مجلس میں واڑہ ٹھٹھہ محمد شاہ میں ایک مجلس خوان سے جو خیر سے حافظ قرآن بھی تھے یہ کہتے ہوئے سنا کہ "علی ساڈا رب ہے" اور میں نے بانی مجلس کی اجازت سے خود اسکی موجودگی میں اسکا رد و ابطال کیا۔ اس بات کی گواہی اس گاؤں والے دینگے۔

ایک دفعہ ہمارے چنیوٹ کی امام بارگاہ قصر زین العابدین میں ایک عمامہ وعبا پوش عالم کہلانے والے نے جس کا نام لکھنے سے میں قلم کو روکتا ہوں عشرہ محرم پڑھا عنوان انکا یہ آیت تھی۔

لئن اشرکت لیحبطن عملک۔

ترجمہ۔اے میرے حبیب اگر تونے بھی شرک کیا تو تیرے بھی سارے عمل حبط اکارت اور بےکار ہو جائینگے۔

لیکن پہلی مجلس میں انہوں نے پڑھا کہ آئمہ ہی خالق ہیں اور یہ کہنا شرک نہیں ہے

دوسری مجلس میں پڑھا کہ آئمہ ہی رازق ہیں اور اس طرح کہنا شرک نہیں ہے

تیسری مجلس میں یہ پڑھا کہ آئمہ ہی زندگی اور موت کے مالک ہیں وہی زندہ کرتے ہیں وہی مارتے ہیں۔

چوتھی مجلس میں یہ پڑھا کہ آئمہ ہی مدبر کائنات یعنی سارے جہاں کا نظام چلاتے ہیں

پانچویں مجلس میں یہ پڑھا کہ آئمہ ہی "رب" ہیں

یہ عمامہ وعباپوش عالم تین مقام پر مجالس پڑھ رہے تھے لہذا مجلس ختم ہوتے ہی سیدھے کار کا رخ کرتے تھے اور بیٹھتے ہی چل دیتے تھے اور میں ان سے بات کرنے کے لئے انکے پیچھے دوڑتا مگر کار کو چلتے ہوئے دیکھ کر کھڑا کا کھڑا رہ جاتا آخر میں نے بانی مجلس برادر محترم سید وقار مھدی صاحب سے کہا کہ میں مولانا صاحب سے بات کرنے کے لئے کوشش کرتا ہوں مگر وہ منبر سے اترتے ہی کار میں بیٹھ کر چل دیتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ مولانا کو آگے مجلسیں پڑھنے کی جلدی ہوتی ہے اس لئے ان سے ملنا مشکل ہے میں نے عرض کی کہ پھر کل ان کو یہ پرچہ مجلس پڑھنے سے پہلے دیدینا کہ وہ اس آیت کا ترجمہ سامعین کے سامنے بیان کر دیں وہ آیت یہ تھی۔

"قل یا اھل الکتاب تعالو الیٰ کلمة سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئاً ولا یتخذ بعضنا بعضاً ارباباً من دون اللہ"۔

(آل عمران۔64)

ترجمہ اسکا یہ ہے کہ اے رسول تم کہہ دو کہ اے اہل کتاب تم اس بات کی طرف آجاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان مساوی ہے کہ ہم سوائے خدا کے کسی کی پرستش نہ کریں اور اسکا کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے کوئی بھی کسی کو اللہ کے سوا رب نہ مانے۔

یہ پرچہ مولانا صاحب کو دیدیا گیا اور مولانا نے منبر پر بیٹھ کر خطبہ پڑھنے اور سابقہ آیت کو ہی عنوان قرار دیکر جیب سے پرچہ نکالا اور فرمایا مجھے یہ پرچہ دیا گیا ہے کہ میں اس آیت کا ترجمہ کر کے آپ کو سناؤں یہ فرما کر انہوں نے وہی ترجمہ کیا جو اوپر لکھا ہے۔اس کے بعد بڑے زوردار طریقہ سے فرمایا۔

"کوئی ہم نے انہیں رب تھوڑا ہی بنایا ہے جب اللہ نے انہیں رب بنا دیا ہے"۔بس پھر کیا تھا نعرہ ہائے حیدری سے سارا حال گونجنے لگا یعنی اس ہال کے نیچے بیٹھے ہوئے سامعین نے تائید کر دی کہ آئمہ اہل بیت ہی انکے رب ہیں۔

اب قارئین کرام سوچیں کہ قبر میں جب خدا کے مقرب فرشتے ان سے سوال کرینگے کہ "من ربک" تیرا رب کون ہے تو وہ کیا جواب دینگے۔کیا ان لوگوں کو تلقین پڑھانے کا کوئی فائدہ ہوگا؟

انبیاء ورسل اور ہادیان دین پر ایمان اور عدل الہی کا بیان

خداوند تعالی نے سورہ بقرہ کی آیت نمبر 62 میں جس کا بیان سابق میں گذر چکا اللہ پر اور روز آخرت پر ایمان کے ساتھ نجات کے لئے عمل صالح بجالانے کا حکم دے کر انتہائی بلاغت سے کام لیا ہے تا کہ انسان یہ معلوم کرے کہ نظر قدرت میں عمل صالح کیا ہے اور اسے کس طرح بجالاتا ہے۔

اسی بنا پر عدل الہی کا تقاضا یہ ہوا کہ وہ انسان کے پاس یہ بتلانے والے بھیجے کہ نظر قدرت میں عمل صالح کیا ہے اور انہیں کس طرح بجالاتا ہے۔پس اس آیت کی بلاغت میں انبیاء

ورسل اور ہادیان دین پر ایمان لانا بھی شامل ہے۔ کیونکہ انبیاء ورسل اور ہادیان دین کا آنا عدل الٰہی کی فرع ہے اسی لئے ارشاد ہوا کہ:

رسل مبشرین ومنذرین لئلا یکون للناس علی اللہ حجۃ بعد الرسل۔

(النساء۔165)

ترجمہ۔ (اور ہم نے نیکو کو بہشت کی) خوشخبری دینے والے (اور بدوں کو عذاب سے) ڈرانے والے پیغمبر اس لئے بھیجے تا کہ پیغمبروں کے آنے کے بعد لوگوں کی خدا پر کوئی حجت باقی نہ رہے۔

مرجع عالیقدر شیعیان جہاں آیت اللہ ابوالقاسم خوئی اپنی توضیح المسائل کے آغاز میں نہایت اختصار کے ساتھ نبی ورسول کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

''نبی یا رسول وہ انسان ہے جسے خدائے تعالیٰ اس غرض سے منتخب (یا نامزد) کرتا ہے کہ وہ بندوں کو ان باتوں کی خبر دے جس کا اسے (نبی کو) بغیر واسطہ بشر جبرئیل علیہ السلام (ملک) کے ذریعہ سے حکم دیا گیا ہے''۔

علامہ حلی نبی کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''نبی وہ انسان ہے جو باری تعالیٰ کی طرف سے بلاواسطہ انسان خبر پہنچانے والا ہے''۔

شیخ مفید علیہ الرحمہ نبی کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''نبی وہ انسان ہے جو کسی بشر کے واسطے کے بغیر خبر دے چاہے وہ خدا کی طرف سے اس کے احکام کی تبلیغ پر مامور ہو یا نہ ہو اور رسول وہ انسان ہے جو کسی بشر کے واسطے کے بغیر خبر دے اور وہ خدا کی طرف سے اس کے اوامر ونواہی کی تبلیغ کرنے پر مامور ہو۔

احادیث معصومین میں جتنی احادیث وارد ہوئی ہیں ان میں واضح الفاظ میں کہا گیا ہے کہ انبیاء ورسل اور ہادیان دین بشر اور انسان تھے۔

قرآن کریم میں بھی متعدد آیات اس مضمون کی آئی ہیں کہ انبیاء ورسل اور ہادیان دین انسان اور بشر تھے۔

مگر ہماری مجالس عزا میں مقرر ہمارے منبروں پر بر ملا کہہ رہے ہیں کہ انبیاء ورسل کی نوع جدا تھی اور وہ بشر یا انسان نہیں تھے اور انکی یہ بات خدا کے، جبرئیل کے، قرآن کے، وحی کے، پیغمبر گرامی اسلامؐ کے اور آئمہ اطہارؑ کے ارشاد کے سراسر خلاف ہے اور اب تو قرآن کے ترجموں میں بھی تحریف ہونے لگی ہے پہلے مولانا حافظ فرمان علی جو ترجمہ ہمارے یہاں سات مجتہدین عظام کی تصدیق کے ساتھ تھا اور اسکے آغاز میں ان مجتہدین عظام نے اس ترجمہ کے صحیح ہونے کی تصدیق کی تھی اب چاند کمپنی لاہور نے مولانا فرمان علی کے نام سے جو نیا ترجمہ شائع کیا ہے اس کے آغاز میں ان مجتہدین عظام کی توثیق کو تو برقرار رکھا ہے لیکن سورہ کہف کی آخری آیت کا ترجمہ بدل دیا ہے۔ مولانا فرمان علی ترجمہ یہ تھا کہ ''(اے رسول) کہہ دو کہ میں بھی تمہارا ہی ایسا ایک آدمی ہوں (فرق اتنا ہے) کہ میرے پاس وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود یکتا ہے''۔ اس کو بدل کر چاند کمپنی نے جو قرآن شائع کیا ہے اس طرح لکھا ہے۔ ''(اے رسول) کہہ دو میں بھی تمہارا ایسا ہی (شکل وشباہت میں) ایک آدمی ہوں (فرق اتنا ہے کہ میری نوع جدا ہے اور) میرے پاس یہ وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود یکتا معبود ہے۔ حالانکہ قرآن میں اس مطلب کے لئے کوئی لفظ نہیں ہے اور یہ ایک اخلاقی اور قانونی جرم ہے اور یہ مولانا حافظ فرمان علی پر ایک تہمت ہے گویا یہ ترجمہ انہوں کیا ہے کہ میری نوع جدا ہے۔

ہمارے یہاں تو منبروں پر انبیاء ورسل اور ہادیان دین کے بشر ہونے کے انکار کا بیان عام ہو گیا ہے دوسری طرف ان حضرات نے جو شیعہ مذہب سے تعلق نہیں رکھتے انبیاء ورسل کو ایسا سمجھ لیا ہے جیسا کہ وہ کسی بھی چلتے پھرتے آدمی کو چاہے وہ جیسا بھی ہو اپنی نبوت

ورسالت کا منصب تھما دیتا ہے ہم نے اس موضوع پر اپنی کتاب "شیعہ عقائد کا خلاصہ اور انکا فلاسفہ وصوفیہ وشیخیہ کے عقائد سے مقابلہ" میں تفصیل کے ساتھ بحث کی ہے۔ لیکن یہاں پر صرف دو لفظوں میں بیان کرتا ہوں کہ سارے کے سارے انبیاء ورسل مصطفے تھے اور اسپر آیہ ان اللہ اصطفے آدم ونوحا۔ الخ شاھد ہے اور سارے انبیاء ورسل مجتبے تھے اور اسپر آیہ اجتبیناھم وھدینا ھیم الی صراط مستقیم شاھد ہے۔

اسی طرح پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ کے بعد آنے والے آئمہ ھدیٰ مصطفے بھی ہیں اور مجتبے بھی ہیں انکے اصطفے پر آیہ ثم اورثنا الکتاب الذین اصطفینا من عبادنا شاھد ہے اور انکے اجتبے پر آیہ ھوا اجتباکم وماجعل علیکم فی الدین من خرح شاھد ہے اور اس کے مصطفے اور مجتبے بندے منصوص من اللہ اور معصوم عن الخطاء ہوتے ہیں تفصیل کی اس مختصر میں گنجائش نہیں لہذا تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ہماری کتابیں۔ ولایت قرآن کی نظر میں، اور شیعہ عقائد کا خلاصہ مختصر یہ ہے کہ انبیاء ورسل اور ہادیان دین بارگاہ خداوندی کے تعلیم یافتہ اور تربیت یافتہ ہوتے ہیں اور ہر آن خدا کی زیر ہدایت ونگرانی رہتے ہیں۔

پیغمبر اکرم صلعم کے زمانے میں نجات آخرت کا مدار کیا تھا؟

زبانی طور پر کلمہ پڑھ کر اسلام قبول کرنے والے تو بہت تھے اسلام کا کلمہ پڑھنے سے وہ مسلمانوں میں شمار ہوکر دنیاوی طور پر مساوی عزت کے حقدار بن گئے تھے اسلام قبول کرنے سے انکی عزت انکی ناموس انکی جان انکا مال محفوظ ہوگیا تھا لیکن پیغمبر اکرم صلعم کے زمانے میں بھی نجات آخرت کا دارومدار صرف اور صرف توحید وآخرت کے صحیح صحیح عقیدے کے ساتھ عمل صالح بجالانے پر ہی تھا۔ یعنی جو کچھ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ لے کر آئے اس سب پر ایمان کے ساتھ پیغمبر اکرم صلعم کی اطاعت وپیروی ہی موجب نجات تھی اگر کوئی شخص ان تمام باتوں پر جو آنحضرت لے کر آئے ایمان نہیں رکھتا تھا۔ اور آنحضرت کی اطاعت

وپیروی سے گریزاں تھا تو وہ نجات اور کسی بھی طرح کے اجر وثواب کا مستحق اور حقدار نہیں تھا

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ کے بعد نجات کا مدار

جو باتیں پیغمبرؐ کے زمانے میں لوگوں کو نجات آخرت اور اجر وثواب کا مستحق بناتی تھیں وہی باتیں پیغمبر صلعم کے بعد بھی نجات آخرت اور اجر وثواب کا مستحق بنانے والی ہیں۔ اس مطلب کو پیغمبر اکرم صلعم نے اپنی اس معروف حدیث کے ذریعہ سے بیان فرمایا کہ: "یا علی انت و شیعتک ھم الفائزون فی الجنۃ" یعنی اے علی تم اور تمہارے شیعہ ہی جنت میں فائز ہونے والے ہیں۔ یہ حدیث مسلمہ فریقین ہے، اور شاہ عبد العزیز محدث دہلوی نے تحفہ اثنا عشری میں اور رشید احمد گنگوہی نے سیف ناصری کے جواب میں اور ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ میں اس حدیث کو صحیح قرار دیتے ہوئے یہ کہا ہے کہ وہ شیعہ ہم یعنی اہل سنت والجماعت ہیں اس سے رافضی مراد نہیں ہیں قدیمی شیعہ ہم ہی ہیں لیکن چونکہ زیدیہ اور اسماعیلیہ نے خود کو شیعہ کہلانا شروع کردیا لہذا ہم نے حق وباطل کے خلط ملط ہوجانے کے خوف سے اپنا نام اہل سنت والجماعت رکھ لیا ہے اور انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ شیعوں کے فضائل میں جتنی احادیث وارد ہوئی ہیں وہ ہماری ہی شان میں ہیں۔ انکے اس بیان سے کم از کم یہ بات تو ثابت ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور پیغمبر نے شیعہ علی کی شان میں احادیث بیان کی ہیں اب انکا صحیح مصداق کون ہے یہ بات قابل غور اور تحقیق طلب ہے۔

حضرت علی علیہ السلام کے شیعہ سے کیا مراد ہے

خداوند تعالی نے قرآن کریم میں حضرت ابراھیم کے بارے میں یہ ارشاد فرمایا ہے کہ: "ان من شیعتہ لابراھیم" یعنی بیشک ابرھیم (نوحؑ کے) شیعوں میں سے تھا یعنی ابراھیم ان تمام باتوں پر ایمان رکھتے ہوئے جن پر نوحؑ ایمان رکھتے تھے وہی عمل بجالا رہے تھے جو عمل

نوحؑ بجالا رہے تھے یعنی وہ نوحؑ کی پیروی کرنے والے تھے۔ جس طرح نوحؑ نے بتوں کے خلاف جہاد کیا اسی طرح ابراھیمؑ نے بتوں کے خلاف جہاد کیا۔ جس طرح نوحؑ نے شرک کے خلاف مبارزہ کیا اُسی طرح ابراھیمؑ نے شرک کے خلاف مبارزہ کیا لہذا ابراھیمؑ نوحؑ کے شیعوں میں سے تھے یعنی جس بات پر حضرت نوحؑ ایمان رکھتے ہوئے عمل کر رہے تھے اسی بات پر حضرت ابراھیمؑ ایمان رکھتے ہوئے انکی پیروی کر رہے تھے اور اس وقت کوئی ایسا فرقہ موجود نہ تھا جو نوحؑ کے شیعہ کے نام سے وجود رکھتا ہو۔

اسی طرح پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ کی علی کے شیعہ سے مراد کوئی فرقہ نہیں تھا پیغمبرؐ کے زمانے میں حضرت علی سمیت سب کے سب پیغمبر اکرمؐ کے ہی مطیع اور پیروکار اور تابع فرمان تھے اور اس وقت شیعہ علی نام کے کسی فرقے کا وجود نہیں تھا لہذا اس حدیث سے پیغمبر اکرمؐ کی اصل مراد یہ تھی کہ میرے بعد جو شخص ان تمام باتوں پر ایمان رکھتے ہوئے جن پر علی ایمان رکھتے ہیں انکی اطاعت وپیروی کریگا وہ حتماً آخرت کی نجات اور جزا وثواب کا مستحق قرار پائے گا اور حضرت علی کے بعد ان کے بعد آنے والے اماموں کے لئے یہی حکم جاری رہے گا لہذا اس سے قطعاً کوئی فرقہ مراد نہیں ہے۔ یعنی جس طرح خدا نے "من امن باللہ والیوم الآخر وعمل صالحا" کہا یعنی جو بھی اللہ پر اور روز آخرت پر ایمان لائیگا اور عمل صالح بجالائیگا وہ آخرت میں اجر وثواب کا مستحق ہے اسی طرح پیغمبرؐ نے فرمایا کہ میرے بعد جو بھی علی علیہ السلام کی پیروی کریگا وہ آخرت میں نجات پائیگا۔

اسلامی فرقوں کا ظہور

ہم نے اپنی کتاب "اسلام پر سیاست وفلسفہ وتصوف کے اثرات اور اسلامی فرقوں کی پیدائش کا حال" میں اسلامی فرقوں کی پیدائش کا حال تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ مختصراً اسکا یہ ہے کہ ابوزہرہ مصری نے اپنی کتاب "اسلامی مذاہب" میں اسلامی فرقوں کو دو حصوں میں

تقسیم کیا ہے۔

نمبر 1۔ اعتقادی فرقے نمبر 2۔ سیاسی فرقے

لیکن انہوں نے سیاسی فرقوں اور اعتقادی فرقوں کا بیان اپنے نکتہ نظر سے بہت دور جا کر کیا ہے۔ لیکن حقیقت کے اعتبار سے یہ دونوں فرقے پیغمبر اکرمؐ کے اس جہاں سے رخصت ہوتے ہی فوراً بعد معرض موجود میں آگئے تھے۔ کیونکہ سب سے پہلا سیاسی فرقہ تو وہی ہے جو سقیفہ بنی ساعدہ میں معرض وجود میں آیا تھا۔ اور سب سے پہلا اعتقادی فرقہ بھی وہی ہے جو حضرت علیؑ کی امامت پر ایمان کے ساتھ انکی اطاعت وپیروی اختیار کر کے شیعہ علی کے زمرہ میں داخل ہوا پھر آگے چل کر اور بہت سے سیاسی اور اعتقادی فرقے معرض وجود میں آئے۔ اور یہ سیاسی فرقے اور اعتقادی فرقے اہل سنت والجماعت اور شیعہ دونوں میں ہوئے ہیں مگر سیاسی فرقے اس لئے سیاسی کہلاتے ہیں کیونکہ وہ سیاست کی پیداوار ہیں ورنہ سیاسی فرقے بھی بعد میں اعتقادی فرقے بن گئے کیونکہ انہوں نے بعد میں اپنے سیاسی لیڈر کو اپنا مذہبی پیشوا بھی مان لیا اور پھر علیحدہ فرقے کی حیثیت سے کچھ خاص عقائد واعمال بھی وضع کر لئے لیکن کچھ فرقے ایسے ہیں جو سیاست کی پیداوار نہیں ہیں بلکہ اکثر فلسفہ کی پیداوار ہیں چنانچہ انہوں نے علمی لحاظ سے کسی نئے عقیدہ کی ایجاد کی اور پھر دوسروں نے اس عقیدہ میں اس کی پیروی کی اس طرح بہت سے اعتقادی فرقے بھی معرض وجود میں آئے

اسلام کا سب سے پہلا شیعہ اعتقادی فرقہ

اسلام کا سب سے پہلا اعتقادی شیعہ فرقہ پیغمبر اکرمؐ کے زمانہ حیات میں ہی بالقوہ موجود تھا، وہ اس طرح سے کہ وہ اصل بنیادی عقائد یعنی توحید ونبوت وقیامت کے ساتھ ساتھ سورہ العنکبوت کی آیت نمبر 27 کی رو سے یہ عقیدہ رکھتا تھا کہ حضرت ابراھیمؑ کے بعد نبوت وکتاب حضرت ابراھیمؑ ہی کی ذریت میں رہے گی۔ اور سورہ البقرہ کی آیت نمبر 124 کی رو

سے یہ عقیدہ رکھتا تھا کہ امامت اولاد ابراھیمؑ میں جاری رہے گی اور سورہ الفرقان کی آیت نمبر 74 کی رو سے یہ عقیدہ رکھتا تھا کہ امت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ میں بھی آنحضرت کی رحلت کے بعد امامت جاری رہے گی اور سورہ سجدہ کی آیت نمبر 23-24 کی رو سے وہ یہ عقیدہ رکھتا تھا کہ پیغمبر اکرمؐ کے بعد بھی امام ہونگے۔ جو پیغمبر اکرمؐ کے بعد ان کے جانشین کی حیثیت سے ہدایت کا کام انجام دینگے اور وہ سورہ فاطر کی آیت نمبر 31-32 کی رو سے یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ پیغمبر اکرمؐ کے بعد خدا کے ایسے بندوں کا وجود ہے جو انبیاء ورسل کی طرح ہی اصطفے کی منزل پر فائز ہیں اور وہ سورۃ الحج کی آیت نمبر 78 کی رو سے یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ پیغمبرؐ کے بعد خدا کے ایسے بندے بھی موجود رہینگے جن کا انبیاء ورسل کی طرح ہی خدا نے اجتبے کیا ہے اور پیغمبر اکرمؐ کے دعوت ذوالعشیرہ کے اعلان سے لیکر غدیر خم کے اعلان تک اور غدیر خم کے اعلان سے لیکر بستر بیماری تک وہ پیغمبر اکرمؐ سے بار بار سن چکے تھے کہ پیغمبرؐ کے بعد علیؑ امام ہونگے علیؑ کے بعد حسنؑ امام ہونگے حسنؑ کے بعد حسینؑ امام ہونگے اور حسینؑ کے بعد حسینؑ کے نو فرزند امام ہونگے ان میں کا آخری مھدیؑ ہوگا اس طرح سے بارہ امام ہونگے اور وہ سب کے سب معصوم ہونگے اور جنہوں نے پیغمبرؐ کی زبان مبارک سے یہ سنا تھا کہ علیؑ میرے علم کا دروازہ ہے جس نے علم حاصل کرنا ہو وہ دروازے پر آئے جنہوں نے پیغمبرؐ کی زبان سے یہ سنا تھا کہ میرے بعد علیؑ کی اطاعت وپیروی ایسی ہے جیسی کہ میری اطاعت وپیروی اور میری اطاعت وپیروی ایسی ہے جیسی کہ خدا کی اطاعت وپیروی اور علیؑ کی نافرمانی ایسی ہے جیسی کہ میری نافرمانی اور میری نافرمانی ایسی ہے جیسی کہ خدا کی نافرمانی۔

پس جو مسلمان یعنی بزرگ اصحاب پیغمبر آنحضرت کے زمانے میں ان تمام باتوں پر یقین کے ساتھ ایمان رکھتے تھے اور ان تمام باتوں پر عقیدہ رکھتے تھے وہ بالقوہ پیغمبرؐ کے

زمانہ حیات میں ہی موجود تھے۔ اور پیغمبر اکرمؐ نے خود علیؑ کی پیروی کرنے والوں کو شیعہ علیؑ کے نام سے نوازا تھا۔ پس جو لوگ پیغمبر صلعم کے زمانہ حیات میں مذکورہ باتوں پر بالقوہ ایمان رکھتے تھے ان ہی لوگوں نے پیغمبر کے بعد حضرت علیؑ کے بارے میں بالفعل مذکورہ عقائد کو اپنا لیا اور وہ بزرگ اصحاب پیغمبرؐ جو پیغمبر کی حیات میں بالقوہ مذکورہ عقیدہ رکھتے تھے وہ پیغمبر صلعم کے بعد بالفعل اس عقیدے پر قائم ہوگئے۔ پس پیغمبرؐ کے بعد اس اعتقادی فرقے نے، جس کا نام حضرت علیؑ کی پیروی کرنے کی وجہ سے خود پیغمبرؐ نے شیعہ علیؑ رکھا تھا، خدا کے فرمان قرآن کے احکام اور پیغمبرؐ کے ارشاد کے مطابق عقیدہ اختیار کیا اور انکے پہلے افراد وہ بزرگ صحابہ کرام ہیں جن کا نام ابوزہرہ مصری نے اپنی کتاب "اسلامی مذاہب" میں تحریر کیا ہے اور ہم نے بھی اپنی کتاب اسلام پر سیاست وفلسفہ وتصوف کے اثرات اور اسلامی فرقوں کی پیدائش کا حال میں نقل کیا ہے۔ یہی بزرگ صحابہ اولین اعتقادی شیعہ تھے گو وہ ایک فرقے کے طور پر معروف نہ ہوئے تھے کیونکہ وہ معنی اور حقیقت کے لحاظ سے شیعہ علیؑ تھے اور اسلام حقیقی پر قائم رہنے کی وجہ مسلمان ہی کہلاتے تھے کیونکہ شیعہ علیؑ اسلام حقیقی ہی کا دوسرا نام ہے۔

اس شیعہ اسلامی فرقے کا اصل الاصول "الاسلام" ہے یعنی اطاعت صرف خدا کی اور خدا کے سوا کسی کی نہیں اور وہ انبیاء ورسل اور ہادیان دین اور آئمہ معصومین کی اطاعت کو اس لئے فرض اور واجب جانتے ہیں کیونکہ خدا نے انہیں مقرر کیا ہے اور انکی اطاعت کا حکم دیا ہے اور انکی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا ہے اور یہی اسلام حقیقی ہے اور اس اسلام حقیقی کے پیرو جس کا دوسرا نام حضرت علیؑ کی پیروی کی وجہ سے اور انہیں اپنا پہلا امام، ھادی خلق، منصوص من اللہ، معصوم عن الخطاء اور وصی رسول ماننے کی وجہ سے خود رسول مقبولؐ نے شیعہ علیؑ رکھا تھا۔ اللہ پر صدق دل سے ایمان رکھتے ہیں انکی توحید کے قائل ہیں اور توحید میں توحید

ذات، توحید صفات، توحید افعال اور توحید عبادت کے قائل ہیں اور انکی توحید صفات میں صفات ثبوتیہ اور صفات سلبیہ پر ایمان رکھتے ہیں اسکو عادل مانتے ہیں اس کو ظالم نہیں سمجھتے تمام انبیاء و رسل پر ایمان رکھتے ہیں پیغمبر اکرمؐ کو آخری نبی مانتے ہیں یعنی اب قیامت تک انکی ہی رسالت ہے اور انکی ہی شریعت نافذ ہے وہ انکی رسالت کے ساتھ ساتھ انکو ھادی خلق بھی مانتے ہیں جو امامت سے متعلق ہے نبوت ختم ہوگئی مگر امامت جاری ہے لہذا پیغمبر اکرمؐ کے بعد خدا کے مقرر کردہ اماموں پر ایمان رکھتے ہیں جو پیغمبرؐ کے بعد پیغمبرؐ کے جانشین کی حیثیت سے انکی نیابت میں لوگوں کو ہدایت کرتے رہے۔ خدا نے جو کچھ پیغمبر پر نازل کیا وہ اس سب پر ایمان رکھتے ہیں۔ ملائکہ پر ایمان رکھتے ہیں تمام آسمانی کتابوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ جنت پر ایمان رکھتے ہیں۔ دوزخ پر ایمان پر رکھتے ہیں کعبہ کو اپنا قبلہ مانتے ہیں ضروریات دین پر عامل ہیں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے پر ایمان رکھتے ہیں قیامت پر ایمان رکھتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

غرض اسلام حقیقی کے یہ پیروکار جنہیں پیغمبر گرامی اسلامؐ نے اپنے بعد حضرت علیؑ کی پیروی کرنے کی وجہ سے شیعہ علیؑ کا نام دیا تھا پیغمبر کے زمانہ میں بالقوہ موجود تھے اور پیغمبر اکرم صلعم کی وفات کے بعد حضرت علیؑ کو اپنا پہلا امام مان کر ان کی پیروی کرتے ہوئے بالفعل اسلام حقیقی یعنی پہلے شیعہ اعتقادی فرقے میں محسوب ہوئے۔

شیعہ امامیہ اثنا عشری فرقے کا بیان

یہ وہی سب سے پہلا شیعہ اعتقادی فرقہ ہے جس کا ذکر ہم اوپر کر آئے ہیں چونکہ پیغمبر اکرمؐ نے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ میرے بعد میرے بارہ جانشین، بارہ خلیفہ یا بارہ امام ہونگے لہذا پیغمبر اکرمؐ کے بزرگ اصحاب کا وہ گروہ جو رسول اکرمؐ کو صادق سمجھتے ہوئے یہ یقین رکھتا تھا کہ پیغمبر اکرمؐ کے بعد ضرور ضرور پیغمبرؐ کے بارہ خلیفہ، بارہ جانشین، بارہ امام اور ہادی خلق

ہونگے، جن کا پہلا علیؑ اور آخری مہدیؑ ہوگا اور چونکہ پیغمبرؐ نے خود حضرت علیؑ کی پیروی کرنے والوں کا نام شیعہ علیؑ رکھا تھا۔ لہذا یہ لوگ حیات پیغمبرؐ میں ہی بالقوہ شیعہ امامیہ اثنا عشری تھے اور پیغمبر کی رحلت کے بعد بالفعل شیعہ علیؑ بن گئے اور خدا کے ارشاد قرآن کے بیان اور پیغمبرؐ کے فرمان کے مطابق حضرت علیؑ کو پیغمبرؐ کا خلیفہ بلافصل، پیغمبرؐ کا جانشین حقیقی، منصوص من اللہ، معصوم عن الخطاء۔ امام برحق، ھادی خلق، مصطفےٰ و مجتبےٰ اور سید الاوصیاء ہونے کا عقیدہ بالفعل اپنا کر آئندہ کے لئے باقی کے گیارہ اماموں کا انتظار کرنے لگے اس طرح وہ آئندہ کیلئے دوسرے گیارہ اماموں کے ہونے کا عقیدہ اپنا کر بالقوہ اثنا عشری شیعہ ٹھہرے۔

یہ لوگ ہر امام کی رحلت کے بعد دوسرے ہونے والے امام کی جستجو میں لگ جاتے تھے اور اسکی امامت کا یقین کرکے اس کی امامت پر ایمان لے آتے تھے اور جس طرح سابقہ امتیں خاتم الانبیاء کے آنے تک آنحضرتؐ کے آنے کا انتظار کرتی رہیں اور انکے آنے کا بالقوہ ایمان رکھتی رہیں اسی طرح یہ اعتقادی شیعہ امامیہ اثنا عشری فرقہ بھی بارہویں امام کے پیدا ہونے تک ہر امام کی شہادت کے بعد انکے وصی انکے نائب انکے جانشین امام کی تلاش میں لگ جاتا تھا اور یہ تحقیق کرتا تھا کہ سابق امام کی طرف سے نص کس کے لئے ہے؟ سابقہ امام کے بعد دعوئے امامت کس نے کیا ہے؟ اور امامت کا دعویٰ کرنے والے اس امام کے پاس کار ہدایت انجام دینے کے لئے ضروری علم ہے یا نہیں؟ جو پیغمبرؐ کے بعد ہونے والے امام کے لئے لازمی اور ضروری ہے اور اس کے پاس اپنے امام ہونے کی کیا نشانی ہے؟

اس مقام پر پیغمبر اکرم کی ایک حدیث پر بھی غور ضروری ہے جس میں آنحضرت نے یہ فرمایا ہے کہ: **من مات ولم یعرف امام زمانہ فقد مات میتۃ الجاھلیہ۔**

(مسند امام احمد حنبل، جلد نمبر 4 صفحہ نمبر 96)

یعنی جو مر گیا اور اس نے اپنے زمانے کے امام کو نہ پہچانا وہ جاہلیت کی موت مرا۔ اہل ایمان کے لئے ہر امام کے رخصت ہو جانے کے بعد بڑا نازک وقت آجاتا تھا ایک ایک وقت میں کئی کئی امام، حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے زمانے میں لوگوں نے حضرت زید شہید کو امام مانا، حضرت محمد نفس زکیہ بن عبداللہ المحض بن حسن مثنٰی بن حسن مجتبےٰ کو امام مانا پھر ابراہیم بن عبداللہ المحض کو امام مانا، امام بوحنیفہ کو امام مانا اور امام مالک کو امام مانا۔ اور حالات و واقعات شاھد ہیں کہ جس نے پیغمبرؐ کے حقیقی جانشین یعنی حضرت امام جعفر صادقؑ کے علاوہ دوسروں کو امام مانا وہ سب کے سب اعتقاد و عمل کے لحاظ سے پٹڑی سے اتر گئے۔ اور یہی مطلب تھا پیغمبر اکرمؐ کی مذکورہ حدیث کا کہ جس نے اپنے امام زمانہ کو نہ پہچانا کہ وہ کون ہے تو وہ جاہلیت کی موت مرا کیونکہ اگر وہ اپنے حقیقی امام زمانہ کو نہ پہچانے گا تو دوسروں کو امام مان کر پٹڑی سے اتر جائیگا۔ پیغمبر اکرمؐ کی اس حدیث کا مطلب وہ نہیں تھا جو مفوضہ اور مذہب شیخیہ نے قرار دیا کہ معرفت سے مراد یہ ہے کہ انہیں خالق و رازق و محی و ممیت اور نظام کائنات چلانے والا مانے کیونکہ ایسی معرفت کا جاہلیت کی موت مرنے سے کوئی تعلق نہیں ہے ہاں امام برحق اور اصل ھادی خلق کو نہ پہچاننے سے کہ وہ کون ہے دوسروں کو امام مان لے گا جس کا نتیجہ انکی پیروی ہوگا اور اسکا نتیجہ ظاہر ہے۔

بہر حال یہ اعتقادی شیعہ امامیہ اثنا عشری فرقہ بارھوں امام تک اسی طرح ہر آنے والے امام کی اطاعت و پیروی اختیار کرتا رہا لیکن بارھویں امام کے بعد ارشاد پیغمبرؐ کے مطابق نہ تو کوئی اور امام ہوا اور نہ ہی اعتقادی شیعہ امامیہ اثنا عشریہ فرقے نے بارھویں امام کے بعد کسی اور کو امام مانا۔ اور بارھویں امام کے بعد یہ فرقہ بالفعل شیعہ امامیہ اثنا عشریہ ہو گیا۔

لیکن جس طرح اسلام کے سیاست و فلسفہ و تصوف کے زیر اثر سینکڑوں فرقوں میں سے آگے چل کر اہل سنت کے بہت سے فرقے بنے اسی طرح شیعہ کہلانے والے بھی بہت

سے سیاسی اور اعتقادی فرقے بنے لہذا اس سے آگے ہم شیعہ کہلانے والے فرقوں کا مختصر بیان کرتے ہیں۔

شیعہ کہلانے والے سیاسی فرقے

پہلا سیاسی فرقہ وہ ہے جو حضرت علیؑ کو چوتھا خلیفہ مان کر شیعیان عثمان کے مقابلہ میں شیعیان علیؑ کہلائے۔

دوسرا سیاسی شیعہ فرقہ وہ ہے جس نے محمد حنفیہ کو امام مانا اور انتقام خون حسینؑ لینے کی اجازت کو انکی طرف منسوب کیا۔

تیسرا سیاسی شیعہ فرقہ وہ ہے جنہوں نے کیسان کو اپنا امام مانا اور کیسانیہ کہلائے۔

چوتھا سیاسی شیعہ فرقہ وہ ہے جنہوں نے زید شہید کو اپنا امام مانا اور زیدیہ کہلائے۔

پانچواں سیاسی شیعہ فرقہ وہ ہے جنہوں نے محمد بن نفس ذکیہ کو امام مانا اور نفسیہ شیعہ کہلائے۔

چھٹا سیاسی شیعہ فرقہ وہ ہے جس نے ادریس ابن عبداللہ المحض کو امام مانا اور ادریسیہ شیعہ کہلائے۔

ساتواں سیاسی شیعہ فرقہ وہ ہے جنہوں نے احمد بن امام جعفر صادقؑ کو امام مانا اور احمدی شیعہ کہلائے۔

آٹھواں سیاسی شیعہ فرقہ وہ ہے جنہوں نے محمد بن اسماعیل بن امام جعفر صادقؑ کو امام مانا اور اسماعیلیہ شیعہ کہلائے۔

نواں سیاسی شیعہ فرقہ وہ ہے جنہوں نے فاطمی خلیفہ کے بیٹے نزار کو اپنا امام مانا اور نزاری شیعہ کہلائے اور بعد میں آنے والے اماموں میں سے ایک امام کو آغا خان کا خطاب ملنے کی وجہ سے آغا خانی کہلائے۔

بلال زبیری نے اپنی کتاب فرقے اور مسالک میں امامیہ کے 73 فرقے لکھے ہیں اور

اسماعیلیہ کے علیحدہ سے 25 فرقے لکھے ہیں لیکن مذکورہ نو فرقے وہ ہیں جو نمایاں تعداد میں موجود ہیں اور ایک وقت میں سیاسی طور پر انہوں نے اپنا نام پیدا کیا ہے زیدیہ نے یمن میں حکومت قائم کی ۔ ادریسہ نے لیبیا میں حکومت قائم کی اور تقریباً 1200 سال حکومت کی اسماعیلیہ شیعوں نے فاطمی خلافت کے نام سے مصر میں حکومت قائم کی انکے 18 خلیفہ ہوئے یہ سب فرقے اگرچہ سیاسی طور پر معرض وجود میں آئے تھے لیکن بعد میں انہوں نے اپنے سیاسی رہنما کو مذہبی پیشوا اور امام کا درجہ دیکر ایک اعتقادی فرقے کی حیثیت اختیار کر لی اور امام برحق کو چھوڑ کر اور دوسروں کو امام مان کر پٹڑی سے اتر گئے مثلاً وہ اعتقادات جو اسماعیلیوں کے تمام فرقوں میں مسلمہ طور پر موجود ہیں وہ تو یہ ہیں:

1۔ دنیاوی نظام خدا کے مامور کے بغیر نہیں چل سکتا۔

2۔ امام صرف وہی ہے جسے خدا نے مقرر کیا ہو۔

3۔ اجماع امت یا بندوں کی رائے سے امامت و خلافت برپا نہیں ہو سکتی۔

4۔ امامت کا مستقل حق رسول اللہ کے بعد حضرت علیؑ کو منتقل ہوا۔

آپ نے ملاحظہ کیا ان عقائد میں کوئی غلط اور خلاف واقع بات نہیں ہے لیکن انہوں نے چونکہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے بعد صحیح اور حقیقی امام کو نہ پہچانا اور حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو امام ماننے کی بجائے محمد بن اسماعیل کو اپنا امام مان لیا لہذا پٹڑی سے اتر جانے کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ تمام ضروریات دین سے منحرف ہو گئے اور ان کے نزدیک

1۔ وضو کا مقصد گناہوں سے نفس کو پاک کرنا ہے۔

2۔ نماز صرف داعی کی دعوت میں داخل ہونے کا نام ہے۔

3۔ رمضان کا مقصد شریعت کا باطنی علم اہل ظاہر سے چھپانا ہے۔

4۔ لیلۃ القدر خاتم الائمہ کی حجت ہے۔

5۔ عید الفطر امام مہدی کا ظہور ہے جو 297 ہجری میں ہوا۔

6۔ عید الضحیٰ صاحب العلامۃ کا ظہور ہے۔

7۔ ذکواۃ اصل میں کسی کو علم پڑھانا ہے۔

8۔ حج اصل میں امام کی طرف متوجہ ہونا ہے۔

9۔ کعبہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

10۔ باب کعبہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں۔

11۔ حجر اسود امام زمان کی حجت ہے۔

12۔ طواف کعبہ سات اماموں کی اطاعت ہے۔

(فرقے اور مسالک بلال زبیری۔ 192-193)

بہت سی باتوں میں سے یہ چند باتیں نمونہ کے طور پر ہم نے نقل کی ہیں جس سے ثابت ہے کہ یہ حضرات عملاً تارک شریعت ہیں اور احکام شریعت کی اپنی من مانی تاویلیں کرتے ہیں اور یہ امام برحق کے نہ پہچاننے کا نتیجہ ہے کہ وہ کون ہے؟ بہر حال ہم نے یہاں پر صرف مشہور سیاسی شیعہ فرقوں کا ذکر کیا ہے باقی کا ذکر چھوڑ دیا ہے اب ہم اُن فرقوں کا ذکر کرتے ہیں جو حضرت علی علیہ السلام کو خدا مانتے ہیں اور شیعہ کہلاتے ہیں۔

حضرت علیؑ کو خدا ماننے اور شیعہ کہلانے والے فرقے

قرآن کریم میں ہے کہ یہودی حضرت عزیر کو خدا کا بیٹا مانتے ہیں اور عیسائی حضرت عیسےٰ کو خدا کا بیٹا مانتے ہیں۔ چونکہ بیٹا اپنے باپ کی نوع سے اور اسکا مثل و نظیر ہوتا ہے لہذا یہ انہیں خدا بھی مانتے ہیں۔ اور علامہ شبلی اپنی کتاب علم الکلام میں فرماتے ہیں کہ فتوحات کے نتیجہ میں یہودی، عیسائی، مجوسی، زرتشتی اور دوسرے مذاہب والے اسلام میں تو داخل ہو گئے لیکن انہوں نے جب قرآن پڑھا اور اس میں دیکھا کہ قرآن میں خدا کے ہاتھ لکھے ہیں۔ اور

قرآن میں خدا کا چہرہ بھی لکھا ہے تو انہوں نے اس کے ظاہر معنی مراد لئے اور اپنے سابقہ عقیدہ کے مطابق خدا کو جسم والا سمجھ لیا اور مجسمیہ بن گئے۔

پس اسی طرح یہود و نصاریٰ جو حضرت عزیرؑ اور حضرت عیسےؑ کو خدا کا بیٹا مانتے تھے جب وہ مسلمان ہوئے اور انہوں نے حضرت علیؑ سے معجزات دیکھے تو انکا سابقہ عقیدہ بیدار ہو گیا چونکہ انہوں نے حضرت عزیرؑ کو اور حضرت عیسےؑ کو بھی معجزات کی وجہ سے ہی خدا کا بیٹا مانا تھا لہٰذا انہوں نے حضرت علیؑ کو بھی خدا کا بیٹا مان لیا۔ چنانچہ ان میں سے سب سے پہلا فرقہ سبایہ ہے۔ جو عبداللہ بن سبا کے پیرو ہیں یہ یہودی النسل تھا لہٰذا اس نے حضرت علیؑ کے معجزات کا مشاہدہ کر کے انہیں خدا کا بیٹا مان لیا۔ یہ بات صحیح نہیں کہ وہ حضرت علیؑ کو خدا مانتا تھا بلکہ وہ اپنے سابقہ عقیدہ کے مطابق خدا کا بیٹا مانتا تھا (فرقے اور مسالک، بلال زبیری) لیکن چونکہ بیٹا باپ کی نوع سے تعلق رکھتا ہے اور باپ کا مثل و نظیر ہوتا ہے لہٰذا اس طرح سے وہ حضرت علیؑ کے خدا ہونے کا بھی قائل تھا یعنی خدا کا بیٹا بھی خدا ہی ہوا۔

حضرت علیؑ کو خدا کا بیٹا ماننے والا دوسرا فرقہ مفضلیہ ہے۔ جس کا بانی مفضل ابن صرفی تھا

حضرت علیؑ کو خدا کا بیٹا ماننے والا تیسرا فرقہ سربغیہ ہے اس کا بانی سربغ تھا

حضرت علیؑ کو خدا کا بیٹا ماننے والا چوتھا فرقہ علیاویہ ہے اس کا بانی علی وجھہ بن عبداللہ تھا

کچھ فرقے ایسے ہیں جو حضرت علیؑ میں خدا کے حلول کے قائل ہیں ان میں صوفی شیعوں کے علاوہ جناحیہ فرقہ ہے تیسرے ذمیہ فرقہ ہے۔ جس کا بانی ذمام ابن علی تھا

یہ سب فرقے حضرت علیؑ کو خدا کا بیٹا مان کر یا حلول کے طریقہ سے خدا مانتے ہیں۔ لیکن وہ فرقے جو صرف حضرت علیؑ کو ہی خدا مانتے ہیں اور کسی کو نہیں یعنی انکے نزدیک کوئی خدا نہیں ہے سوائے علیؑ کے وہ صرف دو ہیں

نمبر 1۔ حضرت علیؑ کو ہی خدا ماننے والا پہلا فرقہ علیا یہ ہے اسکا بانی علیا ابن زداع الدی تھا

اس کے نام کی نسبت سے یہ فرقہ علیا یہ کہلاتا ہے۔ اس فرقے کے نزدیک حضرت علیؑ ہی اصل خدا ہیں اور دنیا میں انسانی شکل میں آئے ہیں یعنی علیؑ کے سوا اور کوئی خدا نہیں ہے

نمبر 2۔ حضرت علیؑ کو ہی اصل خدا ماننے والا دوسرا فرقہ نصیریہ ہے۔ اس کا بانی محمد بن نصیر کوفی تھا۔ اس گروہ کی ابتدا حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے زمانے میں 252ھ سے ہوئی۔ لہٰذا اسکا سبایہ فرقے سے کوئی تعلق نہیں ہے جو 40ھ میں ہوا ہے اور یہ عبداللہ بن سبا کے پیرو تھے۔

نصیری فرقے کے عقائد

نصیری فرقے کے عقائد مورخین نے اس طرح لکھے ہیں۔

نمبر 1۔ حضرت علیؑ کو ہی خدا تعالیٰ سمجھتے ہیں۔ یعنی حضرت علیؑ کے سوا اور کوئی خدا نہیں

نمبر 2۔ حضرت علیؑ کے بت تیار کر کے گھروں میں برکت کیلئے رکھتے ہیں

نمبر 3۔ راہ چلتے اگر حضرت علیؑ کا نام سن لیں تو رکوع میں جھک جاتے ہیں

نمبر 4۔ شریعت کے قطعی تارک ہیں

نمبر 5۔ حضرت علیؑ کا نام ورد زبان کرنا ہی انکی عبادت ہے

نمبر 6۔ شیعوں کو کافر سمجھتے ہیں

نمبر 7۔ امامت کے قائل نہیں ہیں

انکی تعداد پروفیسر "کے حتی" نے 5 لاکھ کے قریب لکھی ہے یہ لوگ ایران، شام، ترکستان، لبنان اور پاکستان کے سرحدی صوبے بلوچستان میں آباد ہیں

(فرقے اور مسالک، بلال زبیری ص 177۔ فاطمی تاریخ ترجمہ رئیس احمد جعفری)

ہمارے یہاں حضرت علیؑ کو خدا ماننے والے دوسرے فرقوں کا کوئی تعارف نہیں ہے، ہمارے یہاں صرف اسی فرقہ نصیریہ کو شہرت حاصل ہے، اور سب جانتے ہیں کہ نصیری حضرت علیؑ کو

خدا مانتے ہیں لیکن نصیریہ فرقے کے جو عقائد لکھے ہیں ان کو دیکھتے ہوئے کیا کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ شیعہ فرقہ ہے ؟ ان میں تو شیعہ فرقے اور اسلام کی کوئی بات ہی نہیں ہے، تو پھر اس فرقے کو شیعہ کیوں کہا گیا؟ اور مستشرقین یورپ نے اور یہودی اور عیسائی مورخین نے اور خود مسلم مورخین و مصنفین نے نصیریہ کو شیعوں میں شمار کیوں کیا؟ یہ بات غور طلب ہے

نصیریوں کو شیعہ کہنے کا سبب کیا ہے؟

حضرت علیؑ کو خدا ماننے والے دوسرے فرقوں کا ذکر ہم چھوڑتے ہیں لیکن فرقہ نصیریہ سے ہماری قوم اچھی طرح واقف ہے لہذا نصیریہ کے مذکورہ عقائد کو دیکھتے ہوئے یہ بات انتہائی طور پر قابل غور ہے کہ وہ کونسی بات ہے، جس کی وجہ سے نصیریوں کو شیعہ کہا گیا؟ اہل سنت مورخین کے علاوہ مستشرقین یورپ اور عیسائی مورخین نے بھی انہیں شیعہ ہی لکھا ہے، سوچئے اور غور کیجئے کہ انہوں نے ان میں کیا بات دیکھی جو ان کو شیعہ کہا؟ کونسی علامت ان میں دکھائی دی جس کی وجہ سے وہ نصیریوں کو شیعہ سمجھے؟ کیا بغیر کسی وجہ کے اور بغیر کسی علامت کے ہی انہوں نے نصیریوں کو شیعہ کہہ دیا جبکہ وہ امامت کے بھی قائل نہیں اور شیعوں کو کافر سمجھتے ہیں؟ کیا یہ بات غور کرنے کی نہیں ہے؟ کوئی اس بات کو مانے یا نہ مانے اس کی وجہ صرف اور صرف جو ظاہر میں دکھائی دیتی ہے وہ انکی طرف سے حضرت علیؑ کی انتہائی محبت اور عقیدت کا اظہار ہے۔ خداوند تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے:

"ومن الناس من يتخذ من دون الله انداداً يحبونهم كحب الله والذين آمنوا اشد حباً لله"۔ (البقرہ۔165)

ترجمہ۔ "اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو خدا کے سوا اوروں کو خدا کا مثل و نظیر و شریک بنالیتے ہیں اور جیسی محبت خدا سے رکھنی چاہیے وہ ایسی محبت ان سے رکھتے ہیں اور جو لوگ ایمان والے ہیں وہ ان سے کہیں بڑھ کر خدا کی محبت رکھتے ہیں"۔

قرآن کریم کی اس آیت سے ثابت ہوا کہ محبت کی بہت سی اقسام ہیں۔ اور جن کے ساتھ محبت کی جاتی ہے انکی نسبت سے محبت میں فرق اور تفاوت ہوتا ہے۔ لہذا ہر ایک کی محبت کا تقاضا بھی مختلف ہوتا ہے۔ ہم تمام قسم کی محبتوں کا تذکرہ چھوڑ کر صرف یہ دیکھتے ہیں کہ انبیاء و رسل اور ہادیان دین کی، اور خدا سے محبت کیوں کی جاتی ہے، جس کا ذکر خود خدا نے کیا ہے کہ وہ انکے شریکوں سے ایسی محبت کرتے ہیں جیسی کہ خدا سے کرنی چاہیے۔ یہ کیسی محبت ہے یہ کیوں کی جاتی ہے؟ اور اس کا تقاضا کیا ہے؟

ہم سب جانتے ہیں کہ باپ اور بیٹے کی محبت میں شوہر اور زوجہ کی محبت میں اور استاد اور شاگرد کی محبت میں فرق ہے۔ اسی طرح انبیاء و رسل اور ہادیان دین کی محبت میں اور خدا کی محبت میں بھی فرق ہے۔ انبیاء و رسل اور ہادیان دین سے محبت انکے ہادی ہونے کی بناء پر کیجاتی ہے لہذا انکی محبت کا تقاضا یہ ہے کہ انکی اطاعت و پیروی کیجائے تاکہ ہدایت پائیں جیسا کہ ارشاد ہوا "ان تطیعوہ تهتدوا" اگر تم انکی اطاعت کرو گے تو ہدایت پا جاؤ گے اور انکی پیروی کے لئے فرمایا "فاتبعوه لعلكم تهتدون" پس تم انکی پیروی کرو تاکہ تم ہدایت پا جاؤ۔

پس انبیاء و رسل اور ہادیان دین سے محبت حصول ہدایت کے لئے ہوتی ہے اور اس محبت کا تقاضا یہ ہے کہ ان کی اطاعت و پیروی کی جائے کیونکہ اس کے بغیر ہدایت کا حصول ممکن نہیں ہے۔

لیکن خدا سے محبت اس ہستی سے محبت ہے جو نفع و ضرر کا مالک ہے اور اس کے سوا کوئی اور نفع و ضرر کا مالک نہیں ہے جو منعم حقیقی ہے، جو نعمتیں دینے والا ہے۔ جو ساری کائنات کا خالق ہے، جو اولاد عطا کرنے والا ہے، جو رزق دینے والا ہے جو موت و حیات کا مالک ہے اور ساری کائنات کا نظام چلانے والا ہے۔

پس بندے کی خدا سے محبت نفع کے حصول اور دفع ضر کے لئے ہوتی ہے، وسعت رزق اور طلب اولاد کے لئے ہوتی ہے، مصیبتوں کے ٹالنے، کشائش رزق اور فراخی حال کے لئے ہوتی ہے، لہذا خدا سے محبت کا تقاضا یہ ہے کہ بندہ ان چیزوں کے حصول کے لئے اسی سے دعا کرے اسی سے سوال کرے، اسی سے مانگے اور اسی کو پکارے۔

لیکن خداوند تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ جو لوگ خدا کے سوا اوروں کو خدا بنا لیتے ہیں وہ ان سے ایسی محبت کرتے ہیں جیسی کہ خدا سے کرنی چاہیے، نصیری حضرت علیؑ کو خدا مانتے ہیں لہذا وہ حضرت علیؑ سے ایسی محبت رکھتے ہیں جیسی کہ خدا سے رکھنی چاہیے، کیونکہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ نفع پہنچانے والے بھی علیؑ ہی ہیں ضرر کو دفع کرنے والے بھی علیؑ ہی ہیں خلق کرنے والے بھی علیؑ ہی ہیں رزق دینے والے بھی علیؑ ہی ہیں، لہذا وہ نفع کے حصول اور دفع ضر کے لئے حضرت علیؑ ہی کو پکارتے ہیں۔ اولاد بھی وہ حضرت علیؑ سے ہی مانگتے ہیں رزق بھی وہ حضرت علیؑ سے ہی مانگتے ہیں لہذا یا علیؑ یا علیؑ پکارنا، اور یا علیؑ یا علیؑ کے نعرے لگانا انکا شعار ہے، اور مذکورہ چیزوں کی طلب اور دفع ضر کے لئے یا علی مدد کہنا انکا ورد زبان ہے، اور صرف ورد علی کرنا ہی انکی عبادت ہے، اور ایسی محبت کے ساتھ حضرت علیؑ کو پکارنا جیسی محبت خدا سے رکھنی چاہیے وہ حضرت علیؑ کو خدا ماننے والوں سے ہی ممکن ہے۔

حضرت علیؑ کو خدا ماننے والوں کا یہ شعار حضرت علیؑ سے دوسرے محبت کرنے والوں میں شدت کیساتھ رواج پاتا چلا گیا لہذا یہ صوفی ملنگوں کا ہر دم کا وظیفہ بن گیا۔ یہ مفوضہ کا ورد زبان ہو گیا اور شیخیوں کا تکیہ کلام ہو گیا کیونکہ شیخ احمد احسائی نے شرح زیارت میں واضح الفاظ لکھا ہے کہ خدا کسی کی مدد نہیں کرسکتا جس کی بھی مدد کرتے ہیں وہ علی کرتے ہیں یہاں تک کہ نصیریوں کا یہ شعار رواج پاتے پاتے شیعہ عوام کا بھی ایسا معمول بنا کہ اس مذہب کے علماء یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ آج یا علی کا نعرہ لگانا شعار شیعہ ہے اور یا علی مدد کہنا علامت

تشیع ہے اور جب شیعہ علماء کا فتویٰ یہ ہو کہ یا علی کے نعرے لگانا شعار شیعہ ہے اور یا علی مدد کہنا علامت تشیع ہے۔ تو پھر نصیریوں کو شیعہ سمجھنے والوں سے کوئی غلطی نہیں ہوئی اور مستشرقین یورپ اور عیسائی مورخین نے بھی صحیح سمجھا کیونکہ جتنی محبت و عقیدت سے نصیری یا علی کے نعرے لگاتے ہیں اتنی محبت اور عقیدت کے ساتھ اور کوئی نہیں لگا سکتا اور جتنی محبت اور عقیدت سے نصیری یا علی مدد کہتے ہیں اتنی محبت اور عقیدت سے اور کوئی نہیں کہ سکتا، کیونکہ وہ حضرت علی سے ایسی محبت کرتے ہیں جیسی کہ خدا سے کرنی چاہیے۔

نعرے اپنے مقصد اور عقیدے کا اظہار ہوتے ہیں

نعرے لگانا ہر قوم کا معمول ہے۔ ہر تحریک نعروں کے سہارے ابھرتی ہے کیونکہ یہ نعرے ان کے مقصد اور نظریے کو اجاگر کرتے ہیں اور ان کے عقیدے کو ظاہر کرنے والے ہوتے ہیں

جنگ احد میں جب مسلمانوں کی بے تدبیری بد نظمی اور پیغمبر اکرمؐ کی حکم عدولی کی وجہ سے جیتی ہوئی جنگ شکست میں بدل گئی اور پیغمبر اکرم بھی زخمی ہو کر بیٹھ گئے تو ایک مرحلہ پر ابو سفیان نے ایک نعرہ لگایا (اعلیٰ ہبل)

جب پیغمبر گرامی اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ کے کانوں میں یہ آواز پہنچی تو آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ تم اس کے جواب میں یہ نعرہ لگاؤ کہ (اللہ اعلیٰ واجل)

نصیریوں کے نعرے بھی ان کے مقصد ان کے نظریہ اور انکے عقیدے کو ظاہر کرتے والے ہیں۔ لہذا وہ انکا شعار ہے اور نصیریت کی علامت ہے۔ جبکہ شیعیان امامیہ اثنا عشریہ کے لئے وہ نعرے جو انکا شعار ہونا چاہیے وہ اس طرح سے ہونے چاہئیں۔

نعرہ ولایت	یا امیر المومنین۔	نعرہ امامت	یا امام المتقین
نعرہ وصایت	یا سید الوصیین۔	نعرہ قیادت	یا قائد الغر المحجلین

اور وہ نعرے جو فی الحقیقت علامت تشیع ہیں وہ یہ ہیں۔

اوصیائے پیغمبر ہیں	اثنا عشرؑ	ہیں دین کے رہبر	اثنا عشرؑ
ہیں ہادی برحق	اثنا عشرؑ	آئمہ ھدیٰ ہیں	اثنا عشرؑ

امام زمانہ ہیں　　صاحب الامرؑ

یہ وہ نعرے جو شعار شیعہ کہلا سکتے ہیں اور صحیح معنوں میں علامت تشیع ہیں۔

لیکن وہ قوم جو ہندو معاشرے سے متاثر ہو کر شادی بیاہ کے موقع پر مہندی، بٹنہ، کنگن اور سہرے کی رسم کو پابندی کے ساتھ نبھاتی ہے اس کے لئے حضرت علیؑ کی محبت میں نصیریوں کے شعار کو اختیار کر لینا تعجب کی بات نہیں ہے۔ کیونکہ وہ بھی یہ نعرے حضرت علیؑ کی محبت میں ہی لگاتے ہیں مگر انکی محبت ایسی ہے جیسی کہ خدا سے رکھنی چاہیے۔ اور انکے نعرے بھی اسی محبت کے اظہار کے لئے ہوتے ہیں، پس یا علیؑ کے نعرے شعار نصیریت ہیں اور یا علیؑ مدد کہنا علامت نصیریت ہے اسے نصیریوں نے شیعوں سے اخذ نہیں کیا بلکہ شیعوں نے نصیریوں سے اپنایا ہے۔ اور چونکہ آج کے شیعہ اور نصیری ان نعروں میں اشتراک رکھتے ہیں لہذا مستشرقین یورپ نے اور عیسائی مورخین نے اور مسلم مصنفین نے نصیریوں کو شیعہ سمجھا ہے۔ جبکہ سورہ الحجرات کی آیت نمبر 4 کی روشنی میں شیعوں کی زبان سے یہ نعرے حضرت علیؑ کی شان میں انتہائی بے ادبی ہیں۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ہماری کتاب ''شیعہ عقائد کا خلاصہ اوران کا فلاسفہ وصوفیہ وشیخیہ کے عقائد سے مقابلہ''۔

حجۃ الاسلام سرکار علامہ حافظ سید ریاض حسین نجفی کا خطبہ عید

سرکار علامہ حافظ سید ریاض حسین نجفی نے امسال عید الفطر 1423ھ کے موقع پر اپنے خطبہ میں بڑے ہی درد کے ساتھ فرمایا کہ مختلف حیلوں اور بہانوں سے مسلمانوں کو قتل کرانے کے بعد استعمار نے جب یہ دیکھا کہ یہ تو قتل کرانے سے کم ہی نہیں ہو رہے تو انہوں نے ایک نئی تدبیر نکالی۔ اس کا حال بیان کرتے ہوئے علامہ صاحب فرماتے ہیں:

''حضرات محترم! شیعیت نے ہر صورت رہنا ہے، قیامت تک رہنا ہے، لیکن اس وقت کوئی شک نہیں کہ تین کام استعمار نے ایسے شروع کیے ہیں کہ جن کی وجہ سے شیعہ قوم پریشانی کی حالت میں ہے۔ اور تینوں کام انہوں نے محبت اہل بیت کو سامنے رکھ پلان بنایا ہے ان کو اہل بیت علیہم الصلواۃ والسلام کے ساتھ محبت ہے ان کے نام کو سامنے رکھ کر اس طرح ان میں اختلاف ڈالا جائے۔ کہ مسئلہ اس طرح ہو جائے کہ سوائے لڑنے جھگڑنے کے کچھ نہ ہو۔ چنانچہ سب سے پہلے آج پہلا موقع ہے کہ ''علی اللہ'' کے نعرے لگ رہے ہیں۔ صرف نعرے نہیں لگ رہے بلکہ بینر لگے ہوئے ہیں کہ ''علی اللہ'' ''علی اللہ'' اس واسطے کون ہے جو مولائے کائنات کو نہیں مانتا۔ لیکن عام ماننا جو ہے، وہ اس عنوان سے کہ تمام کائنات کے سردار ہیں، یہ کافی نہیں، کیوں نہ ہو، اللہ اور علیؑ کا مقابلہ کرایا جائے۔ صرف اس پر اکتفا نہیں، آپ بیٹھے ہوتے ہیں، سن رہے ہوتے ہیں، اس وقت نعرے بھی لگا رہے ہوتے ہیں، جب اللہ کا اور علیؑ کا مقابلہ کرایا جاتا ہے۔ ان کا آپس میں مقابلہ کرایا جاتا ہے کبھی آپ نے دیکھا کہ اللہ کو فتح حاصل ہوئی ہو۔ اللہ ہمیشہ مار کھا جاتا ہے۔ اور علیؑ اوپر چلے جاتے ہیں۔ یہ سب کام کیوں ہو رہا ہے۔ اس لئے کہ اس مذہب کو کنڈم کیا جائے اس مذہب کو تباہ کیا جائے۔ آپ کا ایک مقرر جو سب سے زیادہ آپ سے پیسے بھی لے رہا ہے وہ کہتا ہے۔ پچیس سال اگر مجھے زندگی مل جائے تو پوری قوم کو میں مشرک بنا کر جاؤں گا۔ یہ سب کچھ ہو رہا ہے۔ آپ سنتے بھی ہیں سب کچھ کرتے ہیں اور ہماری قوم اتنی بے باک قوم بن گئی ہے۔ کہتے ہیں کہ مسجد کا تقدس ''مجلس کا تقدس'' پامال نہیں ہونا چاہیے لہذا ''علی اللہ'' کے نعرے بھی لگتے ہیں۔ علیؑ اور اللہ کا مقابلہ کر کے اللہ کو ایسی مار دی جاتی ہے کہ پھر اٹھنے کے قابل نہ رہے اور ہم لوگ نعرے لگاتے ہیں علیؑ کامیاب۔

علیؑ کہتا ہے کہ میرے لئے یہ بہت بڑی عزت ہے کہ میں اللہ کا غلام ہوں اور

یہاں مقابلہ کرایا جاتا ہے

علی کہتا ہے کہ میرے لئے فخر ہے کہ تو میرا رب ہے اور یہاں مقابلہ کرایا جاتا ہے اور مقابلے میں کبھی بھی ایسا نہیں ہوا، مولا علیؑ تو غالب علی کل غالب ہیں، بیچارہ تو اللہ ہے، اللہ کو کون پوچھتا ہے لہذا غالب علی کل غالب نے غالب آنا ہوتا ہے۔ اور جہاں تک اسکا تعلق ہے اللہ بیچارہ مارکھا جاتا ہے۔

اس کے بعد سرکار علامہ نے نماز میں مداخلت بے جا کو بیان کیا ہے، جو آج کل ہو رہی ہے۔ اسے علامہ نے استعمار کا دوسرا کام قرار دیا ہے۔ اور یہ کہا ہے کہ نماز کو خراب کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

اس کے بعد تیسرے کام کی طرف متوجہ ہونے اور سرکار علامہ نے فرمایا:

"میں نے بارہا ذکر کیا ہے کہ اہل بیت علیہم السلام نے ایک مرکز قائم کیا ہے۔ جس مرکز کو مرجع اعظم کہتے ہیں وہ اتفاق ایسا ہے یا ایران میں ہیں یا عراق میں، ہم انکی تقلید کرتے ہیں، اس مرکزیت کو ختم کرنے کی سخت ترین کوشش ہو رہی ہے، کسی زمانہ میں استعمار نے کوشش کی تھی کہ کویت کو مرکز بنایا جائے وہاں ایک مولوی بیٹھے تھے جو شیخی قسم کے تھے۔ ان کو مرکز بنایا جائے۔ وہ تو نہ ہو سکا۔ اب کیا کیا جا رہا ہے۔ آقائے خوئی کو گالیاں دی جا رہی ہیں آقائے سیستانی کو، آقائے خامنہ ای کو آقائے فاضل کو ماں بہنوں کی گالیاں دی جا رہی ہیں"۔ (ماہنامہ المنتظر۔ فروری 2003 صفحہ نمبر 18-17)

سرکار علامہ حافظ سید ریاض حسین صاحب نجفی کے بیان پر غور

قابل غور بات یہ ہے کہ یہ "علی اللہ" کہنے والے لوگ کون ہیں؟ کیا یہ سب کے سب نصیری ہیں؟ ہرگز نہیں! اگر یہ "علی اللہ" کے نعرے لگانیوالے نصیری ہوں، تو پھر تو کسی دلی دکھ کے اظہار کی کوئی ضرورت ہی نہیں، وہ تو حضرت علیؑ ہی کو خدا مانتے ہیں اور حضرت علی

کے سوا اور کسی کو خدا نہیں مانتے۔ سرکار علامہ کا یہ دلی دکھ اس وجہ سے ہے کہ یہ نعرے لگانے والے اور "علی اللہ"، "علی اللہ" کہنے والے اور "علی اللہ"، "علی اللہ" کے بینر لگانے والے خود کو شیعہ اثنا عشری کہتے ہیں، بلکہ اصلی اور سچا اور پکا شیعہ خود کو ہی کہتے ہیں، کیا یہ بات اب ایکدم ہو گئی ہے؟ ہرگز نہیں! بلکہ یہ بات بتدریج آئی ہے، نصیری اپنے خدا کو پکارتے تھے۔ یا علی، یا علی، وہ اپنے خدا سے مدد مانگتے تھے یا علی مدد، یا علی مدد، وہاں سے یہ نعرے اور یہ استمداد مفوضہ میں آئے، وہاں سے صوفی ملنگوں نے اپنایا، اور پھر شیخیوں نے بڑی شدت کے ساتھ رواج دیا اور رفتہ رفتہ حضرت علیؑ سے محبت کرنے والے تمام شیعوں میں عام ہو گیا اور میرا یہ ذاتی مشاہدہ ہے۔ اور میرا ایسے شیعوں سے واسطہ پڑا ہے۔

ہاں! ہاں! شیعہ اثنا عشری کہلانے والے سے، مولا کے عزادار سے، جس کا کہنا یہ تھا کہ مدد صرف حضرت علیؑ ہی کر سکتے ہیں، خدا کسی کی مدد نہیں کر سکتا، یہی بات شیخ احمد احسائی، بانی مذہب شیخیہ نے اپنی کتاب شرح زیارت میں لکھی ہے۔ صفحہ نمبر 188۔

وہ شیعہ کہتا تھا کہ "یا اللہ مدد" کہنا وہابیت ہے، یعنی اللہ سے مدد مانگنا وہابیت ہے، العجب ثم العجب تعلیمات آئمہ کو یکسر بھلا دیا گیا، اس کے نزدیک یا اللہ مدد کہنا ایسا ہی اجنبی، عجیب و غریب اور انہونی بات تھی جیسا کہ مشرکین عرب کے سامنے پیغمبر گرامی اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ کا کلمہ توحید بیان کرنا، جسے سن کر وہ پکار اٹھے کہ: "کیا اس (پیغمبر) نے ان سارے خداؤں کی بجائے ایک ہی خدا بنا دیا ہے، یہ تو یقینی طور پر تعجب خیز بات ہے"۔ (ص۔5)

اور تازہ خبر یہ ہے کہ نصیریوں میں رائج عبادت "ورد علی" کی محافل بھی ہمارے یہاں منعقد ہونے لگ گئی ہیں، لیکن ابھی یہ صرف عورتوں تک محدود ہے، اس بات کا علم ہمیں اپنی بیگم سے ہوا جنہیں خصوصی طور پر اس "ورد علی" کی محفل میں بلایا گیا۔ البتہ مردوں میں ابھی ایسی محافل کا ابھی تک ہمیں کوئی علم نہیں ہے ہاں مجالس عزا میں ایک شاعر کے سلام کا یہ شعر

بڑے زوردار طریقہ سے پڑھا جاتا ہے کہ:

ہے علیؑ اک اسم اعظم یاد رکھ اسکو سدا
ورد کر اسکا بلائے ناگہانی کے لئے

دیکھئے مردوں پر نصیریوں کی اس عبادت یعنی "وردِ علیؑ" کی محفل برپا کرنے کا اثر کب ہوتا ہے۔ آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا، یعنی حضرت علیؑ کے بت ہمارے گھروں میں کب آتے ہیں۔

دوسری بات جو سرکار علامہ نے دلی دکھ کے ساتھ بیان کی ہے، وہ نماز میں مداخلت ہے جو توقیفی عمل ہے جسے اسی طرح بجالانا چاہیے جس طرح رسول اللہ نے ادا فرمایا تھا اور آئمہ اہل بیتؑ نے کر کے دکھایا تھا۔

قابل غور بات یہ ہے کہ یہ تازہ وحی کس پر آئی ہے، یقیناً کسی پر نہیں! یہ وہی تسلسل ہے جو شیخ صدوق کے زمانہ میں اذان و اقامت سے شروع ہوا تھا۔ اور شیخ صدوق نے یہ لکھا تھا کہ اب ہمارے زمانے میں مفوضہ نے اسکا اضافہ کر لیا ہے۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ کراچی سے شیخ صدوق کی کتاب "من لایحضرہ الفقیہ" کا جو ترجمہ ہوا ہے اس میں اس عبارت کا ترجمہ ساقط کر دیا ہے۔

اگرچہ جب سے اصولین میں اجتہاد کا سلسلہ شروع ہوا تمام مراجع عظام اپنے اپنے عملیہ میں لکھتے آرہے ہیں کہ شہادت ثالثہ جزو اذان نہیں ہے، لیکن ہمارے یہاں کے علماء نے جتنی دینیات کے نام سے چھوٹی چھوٹی کتابیں لکھیں اور تحفۃ العوام کے نام سے رسالے لکھے۔ ان میں کسی میں بھی اس بات کی نشاندہی نہیں کی گئی۔ اور بیس کے بیس فصول اس طرح لکھے جیسا کہ جبرئیل امین یہی بیس فصول لیکر پیغمبرؐ پر نازل ہوئے تھے۔ یہ غلطی کس سے ہوئی؟ پڑھنے والوں کو تو کوئی علم ہی نہ تھا۔ انکا مبلغ علم ان چھوٹی چھوٹی دینیات کی

کتابوں اور تحفۃ العواموں تک محدود رہا، اور اسے جزو اذان نہ سمجھنے کی بات کسی کے ذہن میں بیٹھی ہی نہیں، لہذا اسے ایجاد کرنے والوں نے، علماء کی اس غفلت کا، یا دیدہ و دانستہ سہل انگاری کا بھرپور فائدہ اٹھایا، اور اب اسے اہل سنت کے مقابلہ میں انا کا مسئلہ بنا دیا گیا ہے لہذا اب اذان کے بعد نماز کی نوبت آگئی ہے اور یہ وہی لوگ ہیں جن کے بارے میں شیخ صدوق نے یہ لکھا تھا کہ اب ہمارے زمانہ میں مفوضہ نے اذان میں اسکا اضافہ کر دیا ہے اور مذہب شیخیہ وہ ہے جس نے عقیدہ تفویض کو فلسفہ و تصوف کی دلائل کے ساتھ علمی شکل میں رواج دیا ہے۔ اور اذان میں شہادت ثالثہ کے رواج پانے کے بعد ہمارے علماء نے اسے جزو اذان نہ سمجھتے ہوئے جس دلیل کے ساتھ اسے جائز قرار دیا تھا اب یہ لوگ اسی دلیل کو نماز کے تشہد میں پڑھنے کے لئے بیان کر رہے ہیں، اور گمان غالب یہ ہے کہ جس تیزی سے یہ بات پھیلتی جارہی ہے ایک دن آگے چل کر عام ہو جائے گی اور پھر مستقبل کا لکھنے والا یہ لکھے گا کہ سن 2003ء میں سرکار علامہ حافظ سید ریاض حسین صاحب نجفی نے اپنے خطبہ عید میں یہ فرمایا تھا کہ آج ہمارے زمانے میں یہ بات ہو رہی ہے اور انکا یہ خطبہ ماہنامہ المنتظر فروری 2003ء میں شائع ہوا تھا لیکن اس وقت بات شاید بس سے باہر ہو چکی ہوگی۔

تیسری بات جس پر سرکار علامہ نے اپنے دلی دکھ کا اظہار کیا ہے وہ یہ ہے کہ آقائے خامنہ ای کو، آقائے سیستانی کو، آقائے خوئی کو اور آقائے فاضل لنکرانی کو ماں بہن کی گالیاں دی جارہی ہیں۔ لیکن یہ بات بھی ایک دم نہیں ہوئی۔ پہلے شیخ صدوق کو شیخ کذوب کہا گیا ملاحظہ ہو محمد عباس قمی کی کتاب "ایضاح الموہوم" پھر علامہ سید گلاب علی شاہ صاحب کو علامہ مفتی جعفر حسین صاحب کو، علامہ اختر عباس صاحب کو۔ علامہ صفدر حسین صاحب، کو حافظ سیف اللہ صاحب کو اور علامہ محمد حسین نجفی صاحب کو برملا منبروں پر

گالیاں دینے کی مشق کی گئی۔ اور پھر جب یہ دیکھا کہ قوم اس پر عامل ہو گئی ہے اور صاحبان علم نے بادل ناخواستہ انہیں سننے کو گوارا کرتے ہوئے خاموشی اختیار کر لی تو اب آقائے سیستانی کی، آقائے خامنہ ای کی، آقائے خوئی کی اور آقائے فاضل لنکرانی ہی کی باری آنی تھی کہ اب انکی ماں بہن کو گالیاں دی جائیں۔

اعتقادی شیعہ امامیہ اثناعشریہ کی اقسام

جیسا کہ ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ شیعہ امامیہ اثناعشری فرقہ اعتقادی فرقہ ہے یہ کسی سیاست کی پیداوار نہیں ہے۔ بلکہ یہ فرقہ پیغمبر اکرمؐ کے زمانہ حیات میں بھی بالقوہ موجود تھا اور آئمہ اثناعشر میں سے ہر امام کی شہادت کے بعد ہر آنے والے امام پر ایمان لاتا تھا اور بارہویں امام پر آکر بالفعل شیعہ امامیہ اثناعشری بنا۔ ان میں سے پہلا شیعہ اعتقادی فرقہ جو شیعہ اثناعشری کہلاتے ہوئے جدا ہوا وہ مفوضہ یا تفویضیہ کا فرقہ ہے۔ چنانچہ احتجاج طبری میں "علی ابن احمد" کی روایت میں، مفوضہ اور دوسرے شیعوں میں لڑائی جھگڑے کا واضح بیان ہے، جس سے شیعہ امامیہ اثناعشری میں مفوضہ کا وجود ثابت ہے اور امام جعفر صادق علیہ السلام کی ان کے بارے میں یہ حدیث مشہور ہے کہ آپ نے فرمایا:

"الغلاۃ کفار والمفوضۃ مشرکون" یعنی غالی تو کافر ہیں اور مفوضہ مشرک ہیں۔

مفوضہ کے علاوہ شیعہ امامیہ اثناعشریہ میں فلاسفہ کا ایک گروہ پیدا ہوا جنہوں نے دین کی اقدار کو بدل کر رکھ دیا اور عقائد میں بہت سی تبدیلیاں کیں ان فلاسفہ سے صوفی شیعہ پیدا ہوئے اور پھر شیخ احمد احسائی نے مفوضہ وفلاسفہ وصوفیاء کے عقائد ونظریات وافکار کا ملا کر ایک جدید فلسفہ ایجاد کیا اور عقیدہ تفویض کو فلسفی انداز میں ایک علمی شکل دے کر پیش کیا جسے اس کے زمانے کے مراجع عالیقدر شیعیان جہان نے مذہب شیخیہ کا نام دیا۔ اور پاکستان میں مذہب شیخیہ کے مبلغین نے ہماری مجالس عزا کا پوری طرح سے استحصال کیا اور ہماری مجالس

عزا کا پورا پورا فائدہ اٹھایا اور اپنے عقائد وافکار ونظریات کو فضائل آئمہ اطہار علیہم السلام کے عنوان سے بیان کر کے پاکستان کی شیعہ امامیہ اثناعشری کی اکثریت کو گمراہ کر دیا اور مذکورہ شیخی عقائد کو فضائل آل محمدؐ کے عنوان سے ایسی شہرت دی کہ اب اگر کوئی ان کے خلاف بات کرتا ہے تو اُسے وہابی اور منکر فضائل آل محمدؐ کہہ کر گالیاں دی جاتی ہیں۔ اذان میں شہادت ثالثہ کو چوتھی صدی ہجری میں آل بویہ کی حکومت میں مفوضہ نے شامل کیا تھا شیخ صدوق کے بعد کافی عرصہ تک علماء شیعہ اذان میں اس اضافے کی مخالفت کرتے رہے مگر جب اس کا عام رواج ہو گیا تو ہمارے علماء نے اسے جزو اذان نہ سمجھنے کی شرط کے ساتھ قربتاً الی اللہ یا اپنے ایمان کا اظہار یا مستحب یا اسے کہ لینا بہتر ہے، وغیرہ کے الفاظ کے ساتھ اس کی اجازت دینی شروع کر دی حالانکہ اسے مفوضہ نے اپنے عقیدے کے اظہار کے لئے شامل کیا تھا اسی طرح یاعلی یاعلی اور یاعلی مدد کے نعروں نے نصیریوں سے مفوضہ وصوفیہ وشیخیہ سے ہوتے ہوئے شیعوں میں رواج پایا تھا اور جب اس کا عام رواج ہو گیا تو ہمارے علماء نے اشتباہ کرنے والوں کو نہ صرف یہ کہا کہ اگر کوئی توسل اور شفاعت کی نیت سے کہتا ہے تو جائز ہے بلکہ اسے شعار شیعہ اور علامت تشیع قرار دے دیا حالانکہ یاعلی یاعلی اور یاعلی مدد کا نعرہ لگانے والوں نے ان نعروں کو اس نیت سے رواج نہیں دیا تھا لہٰذا اُنہوں نے سمجھا کہ ان علماء نے تو ہماری ساری محنت ہی برباد کر دی تو وہ کھل کر سامنے آ گئے اور "علی اللہ" کا نعرہ لگانے والوں نے شیعہ علماء کو بتلایا کہ وہ یاعلی یاعلی اور یاعلی مدد کا نعرہ توسل اور شفاعت کی نیت سے نہیں بلکہ علی کو اپنا اللہ مان کر اپنے اللہ کو پکارتے ہیں اور اپنے اللہ سے مدد مانگتے ہیں اور وہ اللہ علی ہے۔ دیکھئے! اب سارے شیعہ کب "علی اللہ" کا نعرہ لگاتے ہیں۔

ہم نے اپنی کتاب "شیعہ عقائد کا خلاصہ" میں 80 صوفیہ وشیخیہ کے عقائد کے مقابلہ میں بیس شیعہ عقائد کا بیان کیا ہے یہاں پر اس سے آگے صرف 20 شیخی عقائد کے مقابلہ میں صرف 20 شیعہ عقائد کا بیان کرتے ہیں

عقائد شیخیہ کا بیان

1۔ خدا میں سے ایک چیز سے زیادہ صادر نہیں ہوئی۔
2۔ خلق ورزق۔ مارنا اور جلانا اور نظام کائنات چلانے کا کام آئمہ کرتے ہیں ۔
3۔ آئمہ اہل بیتؑ سارے جہان کی علت فاعلی ہیں۔
4۔ جو مخلوق خدا میں سے صادر ہوئی قدیم اور ازلی و ابدی ہے۔
5۔ حضرت علیؑ انبیاء کی شکل میں آتے رہے۔
6۔ آئمہ اہل بیتؑ کائنات کی علت مادی و صوری ہیں۔
7۔ آئمہ اہل بیتؑ ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں۔
8۔ آئمہ اہل بیتؑ عالم الغیب ہیں، انکا علم عین ذات ہے۔
9۔ آئمہ اہل بیتؑ خدا کی قدرت کا سرچشمہ ہیں۔
10۔ آئمہؑ حیوانات و جمادات کی صورت میں آتے ہیں۔
11۔ قرآن عقل محمدؐ ہے یعنی اپنی عقل سے بنایا ہے۔
12۔ علیؑ ایک وقت کئی کئی مقام پر ہوتے ہیں۔
13۔ انبیاء کی ہمارے پیغمبر مدد کرتے تھے۔
14۔ تمام جمادات و نباتات و حیوانات مکلّف ہیں۔
15۔ آئمہؑ بشر اور انسان نہیں تھے۔
16۔ ایاک نعبد و ایاک نستعین کے مخاطب آئمہ ہیں۔
17۔ انبیاء کا معجزہ آئمہ دکھاتے تھے۔
18۔ ملائکہ کی حرکت و سکون آئمہ کے حکم سے ہے۔
19۔ خدا کی شئون آئمہ میں منحصر ہے۔
20۔ خدا کی کوئی مشیت نہیں آئمہ کی مشیت ہوتی ہے۔

عقائد شیعہ کا بیان

1۔ ہر چیز کا خالق خدا ہے۔
2۔ خلق ورزق، مارنا اور جلانا اور نظام کائنات چلانا خدا کے ساتھ مخصوص ہے۔
3۔ ہر چیز خدا کے ارادے سے خلق ہوئی ہے۔
4۔ ہر مخلوق حادث اور فانی ہے۔
5۔ یہ عقیدہ تناسخ ہے اور باطل ہے۔
6۔ عالم کی علت مادی اور صوری خود عالم ہے۔
7۔ آئمہ اہل بیتؑ جسم رکھتے ہیں اور مکان میں محدود ہوتے ہیں۔
8۔ آئمہ اتنا علم رکھتے ہیں جتنا خدا نے بذریعہ وحی پیغمبرؐ کو دیا۔
9۔ خدا کی قدرت کا کوئی سرچشمہ نہیں۔
10۔ یہ عقیدہ حلول و تناسخ ہے اور کفر ہے۔
11۔ قرآن کتاب خدا ہے اور وحی کے ذریعہ آیا ہے۔
12۔ ایک جسم ایک ہی وقت میں کئی مقام پر نہیں ہو سکتا۔
13۔ انبیاء کی مدد خدا کرتا ہے۔
14۔ جمادات و نباتات و حیوانات مکلّف نہیں ہیں۔
15۔ آئمہ اہل بیتؑ تمام کے تمام بشر اور انسان تھے۔
16۔ ایاک نعبد و ایاک نستعین کا مخاطب خدا ہے۔
17۔ تمام معجزات خدا کی طرف سے ہوتے ہیں۔
18۔ ملائکہ کی حرکت و سکون خدا کے حکم سے ہے۔
19۔ خدا کی شئون کسی بھی مخلوق میں منحصر نہیں۔
20۔ ہر کام خدا ہی کی مشیت سے ہوتا ہے۔

خلاصۃ الکلام

قارئین محترم! آپ نے ملاحظہ کیا کہ قبر میں اور روز قیامت جو چیز کام آئیگی وہ صحیح عقیدے کے ساتھ عمل صالح ہے۔ قرآن نے واضح الفاظ میں یہ کہا ہے کہ جزا تو صرف عمل ہی کی ملے گی ،لیکن اگر کسی کا عقیدہ صحیح نہیں ہے تو پھر اس کا کوئی بھی عمل قبول نہ ہوگا ،قرآن نے یہ بھی کہا ہے کہ نہ صرف زندگی میں بھیجے گئے اعمال اس کے نامہ اعمال میں لکھے جائینگے ، بلکہ اس کے مرنے کے بعد اس کے اعمال پر جو آثار مرتب ہونگے وہ بھی لکھے جائینگے اس طرح اس کا اعمال نامہ قیامت کے دن مکمل ہوگا۔ لہذا یہ اعمال نامہ قیامت کے دن اس کے سامنے پیش کیا جائیگا۔ لیکن عقیدہ کو صحیح کرنے کا باب مرتے ہی بند ہو جائیگا۔ اسکے مرنے کے بعد نہ تو وہ خود اپنے عقیدے کو درست کر سکے گا۔ نہ ہی اسکا کوئی عزیز اور دوست اسکے عقیدے کو درست کر سکے گا۔ کیا یہ بات ہر انسان کے لئے لازم نہیں بناتی کہ وہ مرنے سے پہلے اپنے عقیدہ پر غور کرے؟۔ آپ جانتے ہیں کہ کوئی بھی فرقہ اپنے عقیدہ کو غلط نہیں سمجھتا ،لہذا کسی بھی فرقے کے دائرے میں رہ کر سوچنے والا ہرگز اپنے عقیدہ کو درست نہیں کر سکتا، اپنے عقیدے کو درست کرنے کے لئے ہر انسان کو چاہیے کہ وہ یہ دیکھے کہ کہیں اسکا عقیدہ قرآن اور فرامین معصومینؑ اور عقل کے خلاف تو نہیں ہے؟ کیونکہ اسلامی روایات کے مطابق عقل بھی باطنی ہادی ہے۔ جہاں تک شیعہ فرقے کا تعلق ہے تو آپ نے دیکھ لیا کہ شیعہ کہلانے والے فرقے امام حسینؑ تک چلے کچھ فرقے امام جعفر صادقؑ تک چلے۔ اور شیعوں کے بہت سے فرقوں نے آئمہ برحق کے علاوہ دوسروں کو اپنا امام مان لیا اور خود اثنا عشری فرقہ بھی کئی اعتقادی فرقوں میں بٹ گیا۔ اس طرح حضرت علیؑ کو خلیفہ بلا فصل ماننے کی بات نے بھی اپنی اہمیت کو ختم کر دیا۔ کیا یہ بات اس بات کا تقاضا نہیں کرتی کہ ہم محض شیعہ کہلانے کے دھوکے میں نہ رہیں؟ اور اپنی عافیت کیلئے قرآن کریم ،فرامین معصومینؑ ،اور عقل کی روشنی میں اپنے عقیدے کو درست کریں ؟

احقر سید محمد حسین زیدی برستی